أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ
(الزمر 3)



دینِ خالص

تالیف: ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس

مدرس المسجد الحرام و پروفیسر جامعہ ام القریٰ
مکہ مکرمہ سعودی عرب



انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور
www.ircpk.com



دین خالص

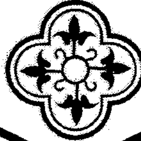
تالیف ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس

اہتمام: محمد رمضان محمدی، محمد سلیم جلالی

ناشر: ابو مومن منصور احمد

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور فون: 042-7357587

Dar-us-Salam
486 ATLANTIC AVE, BROOKLYN, NY 11217
TEL(718) 625-5925 FAX:(718) 625-1511
E-Mail: darussalamny@hotmail.com
Web Site: www.darussalamny.com



فہرست مضامین





بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین . أما بعد!

زیر نظر رسالہ بنام ''دین خالص'' فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر وصی اللہ بن محمد عباس کی تصنیف لطیف ہے۔جس میں فضیلۃ الشیخ نے دین خالص کے متعلقات کو احسن پیرائے میں جمع کیا ہے۔ یقیناً دین خالص اللہ کے لیے ہے اور اسی کے ساتھ عبادت کا حکم ہے۔

﴿فَاعۡبُدِ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ الدِّيۡنَ o اَلَا لِلّٰهِ الدِّيۡنُ الۡخَالِصُ﴾ (الزمر : ۲،۳)

''پس آپ اللہ کی بندگی اس کے لیے دین کو خالص کر کے کرتے رہیے۔ آگاہ رہیے کہ دین خالص صرف اللہ کے لیے ہے۔''

جو شخص دین محمدی سے اعراض کرے گا، گویا وہ اللہ کے دین کے علاوہ کسی دوسرے دین کا طالب ہوگا: ﴿اَفَغَيۡرَ دِيۡنِ اللّٰهِ يَبۡغُوۡنَ وَلَهٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّ كَرۡهًا وَّ اِلَيۡهِ يُرۡجَعُوۡنَ﴾ (آل عمران : ۸۳) ''تو کیا وہ اللہ کے دین کے علاوہ کوئی دوسرا دین چاہتے ہیں، حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب نے برضا اور بغیر رضا اُسی کے سامنے گردن جھکا رکھی ہے، اور سب اُسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

ڈاکٹر صاحب حفظہ اللہ نے اس طویل عنوان کو چند صفحات میں سمیٹ دیا ہے، گویا یہ سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے، رسالہ کی کمپوزنگ جناب عبد الرؤف بھائی، نظر ثانی مولانا فضل الرحمٰن عنایت اللہ نے جب کہ پروف ریڈنگ کا کام حافظ حامد محمود الخضری رفیق ادارہ انصار السنہ پبلی کیشنز لاہور نے احسن طریقے سے انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو مؤلف، معاونین اور ناشر کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین یا ربّ العالمین

وکتبہ

ابوحمزہ عبد الخالق صدیقی

خطبہ مسنونہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِيَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝١٠٢﴾ (آل عمران: ١٠٢)

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝١﴾ (النساء: ١)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝٧٠ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝٧١﴾ (الاحزاب: ٧٠-٧١)

أَمَّا بَعْدُ: فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ، وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ (ﷺ) وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، أَلضَّلَالَةُ فِي النَّارِ. " وَبَعْدُ!

آدم علیہ السلام کی تخلیق:

اللہ ربّ العزت نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، ابلیس نے انہیں دھوکہ دیا، پھر اللہ نے دونوں کو زمین پر اتار دیا اور حکم ہوا:

﴿اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَ لَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾﴾ (طه : ١٢٣)

''جنت سے اکٹھے اُتر جاؤ، ہاں جب میری طرف سے ہدایت آئے گی تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا پس وہ نہ گمراہ ہوگا، نہ بدبخت ہوگا۔''

اولاد آدم بڑھی، دنیا میں پھیلی اور پوری دنیا کی قابل سکونت زمین میں بس گئی اور مختلف قبیلوں میں بٹ گئی:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ﴾

(الحجرات : ١٣)

''اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم لوگوں کو مختلف شاخوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا، لیکن جان لو کہ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ تقویٰ کا عامل و حامل ہو۔''

بعثت انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ:

اللہ ربّ العزت نے اپنے رحم وکرم، عدل وانصاف سے جن وانس کی ہدایت کے لیے انبیاء ورسل کا سلسلہ شروع فرمایا:

﴿وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿٢٤﴾﴾ (فاطر : ٢٤)

''دنیا کی جو کوئی قوم گزری ہے اُن کے پاس ڈرانے والا ضرور آیا ہے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ﴾ (المؤمنون : ٤٤)

''پھر ہم نے اپنے رسولوں کو پے در پے بھیجا جس اُمت کے پاس رسول آتا، وہ اسے جھٹلاتے تو ہم نے ایک کے بعد دوسروں کو ہلاک کردیا اور لوگوں کے لیے

عبرت ونصیحت کی کہانیاں بنا دیں۔''

دوسری جگہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝٣٠ ﴾ (یسین: ۳۰)

''افسوس ہے ان بندوں پر کہ جو بھی رسول ان کے پاس آتا ہے اس کو وہ مسخرہ بنا لیتے ہیں۔''

اس طرح اللہ کی رحمت سے رسولوں کا سلسلہ بندوں کے درمیان جاری رہا، کچھ قومیں ہلاک ہوئیں، کچھ کو اللہ نے ڈھیل دی۔ انبیاء اپنا کام کر کے اللہ کے جناب جاتے رہے، انبیاء کے ساتھ ان پر ایمان لانے والے بھی اللہ کے حکم سے اپنے فرائض انجام دیتے رہے اور اپنے رب کے پاس جاتے رہے۔ بندوں کا امتحان ہوتا رہا:

﴿ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ ﴾ (الملك: ۲)

''تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔''

اور قیامت تک اسی طرح ہوتا رہے گا۔ اللہ کے بندے اپنا کام کر کے اور ربّ العزت کی مرضی سے سرفراز ہوتے رہیں گے۔ اور جو نافرمان بندے ہیں وہ بھی دنیا کی مقدر زندگی کو گزار کر اللہ کے غضب کے مستحق ہو کر اس دنیا سے جاتے رہیں گے۔ کچھ کو دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ عذاب چکھا دیتے ہیں اور آخرت کا عذاب تو مزید ہوگا۔

جتنے نبی آتے رہے وہ کسی خاص قوم اور خاص علاقے کے لیے ہوتے تھے:

﴿ إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝١ ﴾ (نوح: ۱)

''ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ ان کے اوپر عذابِ الٰہی کے آنے سے پہلے انہیں سمجھائیں۔''

﴿ وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ

غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٦٥﴾ (الاعراف : ٦٥)

"قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ھود کو بھیجا، ھود نے کہا کہ اے قوم! اللہ کی عبادت کرو، تمہارا اور کوئی معبودِ برحق نہیں، اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے۔"

﴿وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ﴾ (الاعراف : ٧٣)

"قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، صالح نے کہا اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، تمہارا اور کوئی معبود نہیں۔"

﴿وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ﴾ (الاعراف : ٨٥)

"مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، شعیب نے کہا: اے قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں۔"

اسی طرح ہر نبی کو اللہ ربّ العزت نے ان کی اپنی قوم میں انہیں کی زبان میں شریعت دے کر بھیجا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٤﴾﴾

(ابراهيم : ٤)

"ہم نے ہر نبی کو ان کی قوم ہی کی زبان میں شریعت دے کر بھیجا، اس کے بعد اللہ جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے گمراہ کرے۔"

یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ توحید، اللہ کی ذات وصفات سے متعلق، عقیدۂ آخرت، موت، جنت وجہنم سے متعلق جتنی چیزیں ہوسکتی ہیں ہر نبی کی شریعت میں وہ چیزیں یکساں تھیں ان میں تغیر وتبدل نہیں ہوا، اور نہ ہونا بھی معقول ہے۔

البتہ شرائع اور تکالیف شرعیہ، صلاۃ وصوم اور زکاۃ وغیرہ کے احکام میں اختلاف کا

امکان ہے۔ کہ فلاں نبی کا قبلہ مختلف رہا ہو، بلکہ تھا یا فلاں نبی کی صلاۃ کا طریقہ کچھ اور رہا ہو، زکاۃ کی مقدار کچھ اور رہی ہو وغیرہ۔

اسلام ایک عالمگیر مذہب:

نیز یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ رب العزت نے نبی کریم ﷺ کی شریعت کے علاوہ کسی نبی کی شریعت کو عام نہیں بنایا اور نہ ہی کسی نبی کو عمومی حکم دیا کہ اپنی شریعت کے عام ہونے کا اعلان کردے۔ اس وجہ سے اللہ رب العزت نے تمام اقوام کو نافرمانیوں کی ڈھیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں ردّ و بدل کرنے کا موقع بھی دیا:

﴿ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۝٤٦ ﴾

(النساء: ٤٦)

''یہودیوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے کلام کی تحریف اور تبدیل کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہرگز ان کو اس کا موقع نہ ملتا اور نہ ہی اس کی قدرت انہیں ملتی:

﴿ اَ فَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝٧٥ ﴾

(البقرة: ٧٥)

''اے مومنو! کیا تم ان یہودیوں کے ایمان کی لالچ رکھتے ہو۔ ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ کا کلام سنتے ہیں پھر اس کو سمجھنے کے بعد قصداً بدل دیتے ہیں۔''

اور نبی کریم ﷺ سے پہلے کسی نبی نے یہ نہ کہا کہ میں پوری دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، جیسا کہ مذکورہ پہلی آیتوں سے معلوم ہوا۔ اور جیسا کہ آیات کریمہ کا ذکر گزر چکا جس میں ذکر ہے کہ انبیاء کرام صرف اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔

یہ بات معقول بھی نہیں کہ ہر نبی کا دین قیامت تک کے لیے ہو۔ اس سے بنو آدم میں اختلافات اور تصادم کا بازار ہر وقت گرم رہتا اور اللہ رب العزت تمام بندوں میں اتفاق

واتحاد کا حکم دیتا ہے۔ ایک دوسرے پر رحمت وشفقت کا حکم دیتا ہے۔ اس لیے عقلی بات بھی ہے کہ سب کے لیے ایک ایسا دین ہو جو آسان اور تمام جن وانس کے لیے بھی یکساں ہو اور سب اس ایک ہی دین کے مکلّف ہوں۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے ادیان قدیمہ اور تعلیمات انبیاء سابقین کو محفوظ نہ رکھا اور صرف قرآنِ کریم وسنت رسول کو محفوظ رکھنے کی ذمہ داری لی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝٩﴾ (الحجر: ۹)

''ہم نے قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

قرآن وسنت اپنی اصل شکل میں محفوظ ہیں:

قرآنِ کریم کی حفاظت کا جو طریقہ اللہ رب العزت کے حکم سے نبی کریم ﷺ نے استعمال فرمایا وہ کسی بھی دستاویز کو محفوظ رکھنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ جب کوئی آیت یا سورت نازل ہوتی تو آپ ﷺ کاتبین وحی کے ذریعہ فوری طور پر اس کو لکھوا دیتے اور خود یاد فرما لیتے اور صحابہ کرام کو بھی لکھنے کا حکم دیتے، وہ بھی لکھ لیتے لیکن اکثر اس کو یاد کر لیا کرتے، صرف لکھنے پر اعتماد نہ کرتے۔ اس طرح قرآن کریم لکھا ہوا بھی اور زبانی یاد کیا ہوا، دونوں صورتوں میں محفوظ ہو گیا۔ ہزاروں صحابہ اور ان کے بعد تابعین حفظ قرآن کرتے اور مصحف میں اس کو لکھ کر محفوظ رکھتے، رات دن اس کی تلاوت کرتے، قیامت تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ اور اللہ کی شریعت قیامت تک تر وتازہ لوگوں کے درمیان محفوظ رہے گی۔ ان شاء اللہ۔

اللہ رب العزت کے فرمان ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝٩﴾ کا تقاضا یہ تھا اور ہے کہ قرآن کی تفسیر بھی محفوظ ہو۔

سنت قرآن کریم کی تفسیر ہے:

اللہ نے نبی کریم ﷺ کو قرآن کی تفسیر کا ذمہ دار بنایا اور وحی کے ذریعہ آپ حسب حاجت قرآن کے احکام کی تفسیر قولی اور عملی طور پر فرماتے رہے۔ سنت بھی وحی الٰہی ہے، قرآن اور دین شریعت سے متعلق آپ کوئی بات اپنی طرف سے نہ کہتے:

﴿وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾

(النجم: ۳،۴)

''اور وہ اپنی خواہش کی پیروی میں بات نہیں کرتے ہیں، وہ تو وحی ہوتی ہے جو ان پر اتاری جاتی ہے۔''

آپ کو اور آپ کی امت کو صلاۃ کا حکم دیا گیا۔ صرف آرڈر اور حکم کے صیغہ کے ساتھ گیارہ مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اقیموا الصلاۃ کہہ کر اقامت صلاۃ کا حکم دیا اس کے علاوہ لاتعداد اسلوب کے ساتھ صلاۃ کی ادائیگی کی رغبت اور اس کا حکم دیا۔ لیکن صلاۃ کی تمام تفصیلات صرف وحی سنت سے آئیں۔ آپ نے لوگوں کے سامنے بیان فرمایا اور لوگوں کو حکم دیا: ((صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ.)) [1] اس لیے صلاۃ اور دوسرے احکام شریعت کو اللہ رب العزت کی مرضی کے مطابق ادا کرنے کے لیے احادیث کو محفوظ رکھنا بھی ضروری قرار پایا اس لیے اللہ رب العزت کے قول ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾ کے بموجب ذکر کی حفاظت کے ضمن میں اللہ نے حدیث رسول کی حفاظت کی بھی ذمہ داری لی۔ اور سچی تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام اور ان کے بعد سے اب تک علمائے حق نے جو کاوشیں حدیث رسول کو جمع اور محفوظ کرنے کے لیے کیں وہ محض اللہ کے ارادے اور توفیق کے نتیجے میں تھیں جس کے نتیجے میں احادیث کی سینکڑوں کتابیں ہمارے سامنے ہیں جن میں صحیح اور ضعیف احادیث کو بیان کیا گیا اور امت کے سامنے انہیں اللہ نے محفوظ رکھنے کی بھی توفیق دی۔

آپ ﷺ سے پہلے کے انبیاء کی لائی ہوئی کتابیں اب اس وقت لوگوں کے سامنے موجود نہیں۔ خود ان ادیان کے ماننے والے اس کا اعتراف کرتے ہیں اور واقعہ بھی اس کی گواہی دیتا ہے جس کی تفصیل میں بھی بہت سی تالیفات ہیں جنہیں دیکھا جاسکتا ہے۔

کسی بھی نبی نے اپنی نبوت ورسالت کی عالمیت کا دعویٰ نہ کیا، صرف نبی کریم ﷺ نے اللہ کے حکم سے اس کا اعلان کیا:

---

[1] صحيح بخاری، كتاب الأذان، رقم: ٦٣١.

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٥٨﴾﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

''اے محمد (ﷺ)! آپ اعلان کر دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اس ذات کی طرف سے جو زمین و آسمانوں کا مالک ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔ وہی زندہ کرتا اور زندہ رکھتا ہے اور مارتا ہے۔ تو اے تمام لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اس اُمی نبی پر ایمان لاؤ۔ جو اللہ اور اس کے کلمات واحکام پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی اتباع کرو اسی میں تمہیں ہدایت ملے گی۔''

دوسری آیت میں ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾﴾ (الانبیاء: ۱۰۷)

''ہم نے آپ کو تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ﴿٢٨﴾﴾ (سباء: ۲۸)

''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہی ہے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا۔''

اسی طرح شرعی احکام بجالانے کے لیے دنیا کے تمام لوگوں کو مخاطب کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو دیا۔ چنانچہ آپ نے اعلان فرما دیا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ﴿١٦٨﴾﴾

(البقرة: ١٦٨)

''اے لوگو! زمین میں جتنی حلال و پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ۔''

﴿يَآأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ①﴾

(نساء: ۱)

"اے لوگو! اپنے ربّ سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔"

﴿يَآأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ ١٧٠﴾

(نساء: ۱۷۰)

"اے لوگو! رسول تمہارے رب کی جانب سے حق لے کر تمہارے پاس آ پہنچا۔"

﴿يَآأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُم بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ ١٧٤﴾ (نساء: ۱۷۴).

"اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے برہان اور دلیل آ چکی۔"

﴿يَآأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنفُسِكُم﴾ (یونس: ۲۳)

"اے لوگو! بیشک تمہاری سرکشی کا برا انجام تمہیں ہی ملے گا۔"

اِن آیات وغیرہ میں عوام الناس کو مخاطب کیا ہے اور اپنی رسالت کے عموم کا دعویٰ کیا ہے۔

آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں:

اللہ رب العزت نے آپ کو تمام انس وجن کا نبی بنا کر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا، اب آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ٤٠﴾ (الاحزاب: ۴۰)

"محمد (ﷺ) مردوں کے باپ نہ رہے البتہ آپ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔"

اللہ رب العزت نے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ نبی کریم ﷺ آئیں تو ان پر ضرور ایمان لاؤ اور ضرور ان کی مدد کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَآ آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ ۚ

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ (آلِ عمران: ۸۱،۸۲)

''جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لیے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے، فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں پس اس کے بعد بھی جو پلٹ جائیں وہ یقیناً پورے نافرمان ہیں۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو مکمل کر کے اور اسی کو مقبول اور پسندیدہ دین بتایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴿۳﴾ (المائدۃ: ۳)

''آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت پوری کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لیے اختیار اور پسند کیا ہے۔ یعنی تم بھی اے مومنو! اسی دین کو اختیار کر کے راضی ہو جاؤ۔''

اس لیے اب کوئی دوسرا دین نہ آئے گا نہ کوئی نبی آئے گا۔ قیامت تک نبی کریم ﷺ کا لایا ہوا دین اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین ہوا، اس میں جو چیز حلال ہے اسی کو حلال کہا جائے گا اور جو چیز حرام ہے اس کو حرام کہا جائے گا۔ دین کی چھوٹی بڑی چیزیں اسی دین اسلام سے لی جائیں گی۔ دین اسلام کامل اور مکمل ہے، اس میں کوئی نقص نہیں، قیامت تک پیش آمدہ مسائل کا حل اسلام کے نصوص کتاب وسنت میں ہے۔

یہ آیت عرفات کے میدان میں نو ذی الحجہ کو نازل ہوئی۔ صحیح بخاری میں ہے، ایک یہودی آیا، عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا، امیر المومنین! آپ لوگوں کی کتاب میں ایک آیت ہے جس

کو آپ لوگ پڑھتے ہیں۔ اگر یہ آیت ہم یہودیوں کے اوپر اتری ہوتی تو ہم اترنے والے دن کو عید کا دن بنا لیتے۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ کون سی آیت ہے؟ یہودی نے کہا: وہ آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ﴾ ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں یقیناً جانتا ہوں جس گھڑی اور جس دن یہ آیت نازل ہوئی، یہ آیت جمعہ کے دن عرفہ نو ذی الحجہ کی شام عرفات کے میدان میں نازل ہوئی۔ ❶

عمر رضی اللہ عنہ کے جواب سے یہ چیز واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ اسلام میں عید اور عبادت کا دن اپنی طرف سے نہیں منایا جا سکتا کیونکہ اسلام میں ہر چیز کے لیے کتاب اللہ اور سنت رسول کی کوئی دلیل ہونی چاہیے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کے بدلے دین میں ان کے علماء اور پادریوں کا بہت کچھ حصہ ہے۔ اسلام میں رائے کا حصہ نہیں جب تک نصوص شرعیہ سے اس کی تصدیق نہ ہو۔

مقصد یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں آپ پر آئی ہوئی وحی آپ کی لائی ہوئی کتاب قرآن اور سنت آخری وحی ہے۔ آپ کا لایا ہوا دین اسلام قیامت تک کے لیے آخری دین ہے۔

دعویٰ نبوت:

آپ کے بعد اگر کوئی شخص نبوت اور نئے دین کے لانے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ دجال اور کذاب ہے کیونکہ آپ ﷺ خاتم النّبیین ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ)) ❷ ”میرے بعد کوئی نبی نہیں ہونے والا۔“

آپ ﷺ نے اس فتنے کی بھی اطلاع دی کہ میرے بعد بہت سے جھوٹے فریب کار ہوں گے وہ سب نبوت کا دعویٰ کریں گے۔

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ٤٦٠٦.

❷ صحیح مسلم، کتاب الإمارة، رقم: ٧٧٣.

اگر کوئی شخص دین اسلام کو قبول نہیں کرتا تو عند اللہ اس کا کوئی دین قابل قبول نہیں۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٨٥﴾﴾ (آلِ عمران : ٨٥)

''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا، وہ دین اللہ اس سے ہرگز نہ قبول کرے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔''

ایک بار عمر رضی اللہ عنہ توریت کا ایک حصہ اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھ رہے تھے تو نبی کریم ﷺ ان سے سخت ناراض ہوئے۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((أمتهوكون فِيهَا يَا ابْنَ الْخِطَابِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا نَقِيَّةً، لَا تَسْأَلُوهُمْ عَنْ شَيْءٍ فَيُخْبِرُوكُمْ بِحَقٍّ فَتُكَذِّبُوا بِهِ، أَوْ بِبَاطِلٍ فَتُصَدِّقُوا بِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ. لَوْ أَنَّ مُوسَى ﷺ كَانَ حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي.)) [1]

''کیا تم اپنی شریعت کے بارے حیران اور بے یقین ہو، اللہ کی قسم! میں تمہارے پاس واضح اور صاف شریعت لے کر آیا، ایسا نہ ہو کہ تم یہودیوں سے کوئی چیز پوچھو وہ تمہیں بتائیں حق بات اور تم اسے جھٹلا دو یا تمہیں باطل اور جھوٹ باتیں بتائیں تو تم اس کی تصدیق کرلو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا۔''

یہ ہے دین خالص کا مختصر اور اجمالی خاکہ۔

عقیدہ کے متعلق دین خالص کے احکام:

ایک شخص لا إلـه إلا الله محمد رسول الله کہہ کر اسلام کے دائرہ میں آتا ہے

[1] مسند احمد: ۳۸۷/۳۔ سنن الدارمی: ۱۱۵/۱ حدیث اپنے بہت سارے شواہد کی بنا پر حسن ہے۔ دیکھئے: ارواء الغلیل: ۳۴/۶ تا ۳۸.

اوراسے مسلم کہا جاتا ہے۔ لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ دین اسلام کا پہلا رکن ہے اگر کوئی شخص اس کی تصدیق دل سے بھی نہیں کرتا لیکن زبان سے اس کا اعلان واقرار کرتا ہے اور لا الہ الا للہ کے تقاضے کے تحت اعمال اسلام بجالاتا ہے تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ اس کے ساتھ مسلمانوں کا معاملہ کریں۔ ظاہری اعمال کی روشنی میں اس کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا، اس کی جان مال اور آبرو کو محفوظ رکھا جائے گا جب تک وہ کوئی ایسا کام نہ کر گزرے جس کی بنا پر مرتد کا حکم اس پر نہ لگا دیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

((أُمِرْتُ اَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ فَقَدْ عَصِمَ مِنِّىْ نَفْسَهٗ وَمَالَهٗ إِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ .)) ❶

اور دوسری روایت میں ہے:

((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوْ ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّىْ دِمَائَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ .)) ❷

”یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جہاد کروں جب تک ”لا الہ الا اللہ“ نہ کہہ لیں، اور صلاۃ کو قائم کریں، زکاۃ ادا کریں ان امور کو بجا لانے کے بعد ہم سے اپنی جان خون اور مال کو محفوظ کرلیا جب تک اسلام کے کوئی ایسا کام خلاف نہ کریں جس کی بنا پر موجب قتل ہوجائیں۔ باقی ان کا حساب اللہ کے پاس ہے۔“

اور لا الہ الا اللہ کا معنی ہے لا معبود بحق الا اللہ معبود حقیقی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں اگرچہ بنی آدم غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں لیکن یہ لوگ عبادت کے مستحق نہیں،

❶ صحیح بخاری: ٦/ ١٣٨.

❷ صحیح بخاری: ١٠٢/١.

یہ تو معبودانِ باطل ہیں۔ عبادت صرف اللہ ربّ العزت کا حق ہے۔

اس کے علاوہ اللہ رب العزت کے جتنے نام ہیں اللہ ربّ العزت نے اپنی کتاب میں جن ناموں کا ذکر فرمایا ہے یا اللہ کے نبی ﷺ نے اللہ کے جو نام بتائے ہیں ان پر ایمان لائیں اور ان کے معانی اور مفاہیم پر بھی ایمان رکھیں خواہ وہ نام ذاتی ہوں یا صفاتی ہوں، اللہ کے ذاتی نام کو اللہ ہی کے ساتھ خاص سمجھیں، اللہ کے صفاتی ناموں میں کوئی تحریف، معنی میں ردّ وبدل نہ کریں، ان ناموں کے معانی کو بے معنی و بے اثر نہ سمجھیں یا اللہ کی صفات کی کیفیت کا تصور نہ رکھیں اور نہ کسی مخلوق کی صفت کے ساتھ اللہ کی صفات کو تشبیہ دیں۔ بلکہ ان صفات پر اسی طرح ایمان لائیں جس طرح اللہ اور اس کے رسول نے اس کا ذکر کیا ہے جن افعال کی نسبت اللہ نے اپنی طرف کی ہے ان پر ایمان لائیں۔

ان صفات پر ایمان رکھیں کہ یہ صفات جن عظیم اور اعلیٰ معنی کو شامل ہیں وہ سب برحق ہیں اور جس طرح اللہ کی ذات کریمہ کے لائق اور مناسب ہے اسی طرح یہ صفات اللہ کے لیے ثابت سمجھیں ان کا کسی حیثیت سے انکار کرنا بے دینی ہے۔ جیسا کہ اللہ ربّ العزت کا فرمان ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝١١﴾ (الشوریٰ: ۱۱)

"کوئی مخلوق اس کے مشابہ نہیں وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔"

نیز فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝٧٤﴾

(النحل: ۷٤)

"اللہ کے لیے مثالیں پیش نہ کرو اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

تو ہم یہ ایمان رکھیں کہ اللہ ربّ العزت واحد، احد، یعنی اکیلا ہے، صمد کسی کا محتاج نہیں بلکہ سب اس کے محتاج ہیں۔ ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ﴾ نہ اپنی ذات کے ذریعہ کسی کو جنا اور نہ کسی نے اس کو جنا ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ اس جیسا کوئی نہیں۔

اللہ ربّ العزت نے اپنے متعلق فرمایا ہے:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۞ ﴾ (طٰ: ۵)

''اور اللہ ربّ العزت عرش پر مستوی ہوا۔''

اس استواء پر بغیر کیفیت کے تصور اور اس کی ہیئت کے تصور کے بغیر ایمان رکھیں اور یہ بھی ایمان رکھیں کہ عرش ساتوں آسمان پر ہے اور اللہ تعالیٰ وہیں سے تمام امور کی تدبیر فرماتا ہے:

﴿ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ۞ ﴾ (السجدة : ۵)

اللہ زندہ ہے، کیونکہ سب کو قائم اور محفوظ رکھنے والا ہے، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے، ہر چیز کا جاننے والا ہے، اللہ سنتا دیکھتا ہے، راضی ہوتا ہے، ناراض ہوتا ہے، پیار کرتا ہے اور لوگ اس سے پیار کرتے ہیں، اللہ غصہ بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارا ایمان ہے کہ جتنی بھی قسمیں عبادت اور پوجا کی ہوسکتی ہیں وہ سب اللہ کے لیے مخصوص ہیں کسی بھی حاجت کے لیے جس کی قدرت صرف اللہ کو ہے غیر اللہ کو نہ پکارا جائے اور نہ کسی کے لیے صلاۃ وسجدہ ہو، توکل صرف اللہ پر ہو، جن امور کا مالک صرف اللہ ہے ان میں کسی اور سے مدد نہ مانگی جائے قربانی نذر اور چڑھاوا وغیرہ اللہ کے علاوہ کسی اور کے لیے نہ ہو۔

اللہ ربّ العزت نے جتنے انبیاء اور رسل بھیجے ان سب کی تعلیمات کا سب سے پہلا رکن یہی توحید خالص تھا:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۞ ﴾ (انبیاء: ۲۵)

''اے نبی! آپ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے اس کو یہی وحی کی تھی کہ میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں تم لوگ صرف میری ہی عبادت کرو۔''

﴿ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۞ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ﴾

(الزمر: ۲،۳)

''تو عبادت کر اللہ کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔ جان لو دین خالص اللہ

ہی کے لیے ہے۔"

لا الـه الا اللـه کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اللہ ربّ العزت کو ہی ہر چیز کا خالق اور مالک جانیں نفع ونقصان کا مالک اللہ ہی کو سمجھیں اور اسی سے خیر اور نفع کو طلب کریں اور شر کے دفع کے لیے اسی سے التجا کریں اگر اللہ نے کسی کو کچھ حد تک کسی قسم کی طاقت دی ہے تو خیر کے کام میں اس سے مدد لے سکتے ہیں:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّ كِيْلٌ ﴿٦٢﴾﴾

(الزمر: ٦٢)

"ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے اور وہی ہر چیز کا محافظ اور نگہبان ہے۔"

اللہ ربّ العزت کے اسماء اور صفات اور اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے کا یہی عقیدہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا اور جتنے بھی ائمہ اور عوام الناس نبی کریم ﷺ کی اتباع کرنے والے تھے۔ ان سب کا یہی عقیدہ تھا۔ امام ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل، اوزاعی، زہری، مکحول، سفیان ثوری، ربیعۃ الرائے وغیرہ وغیرہ۔

تفصیل کے لیے عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمہما اللہ کی کتاب السنہ، ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی کتاب التوحید، ابوالقاسم اللالکائی کی کتاب السنہ، ابن ابی عاصم کی کتاب السنہ، صابونی کی کتاب عقیدۃ السلف أصحاب الحدیث اور دوسرے ائمہ خصوصاً ابن تیمیہ، ابن قیم رحمہم اللہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔

صحابہ کرام کو سلف کہا گیا ہے اور انہیں کے نقش قدم پر چلنے والوں کو سلفی کہا گیا۔ یہ لقب ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے الگ اور متمیز بناتا ہے۔ جنہوں نے اس عقیدے کے مطابق عقیدہ بنایا اور اس پر عمل کرنے لگے انہیں اہل سنت والجماعۃ اور اہل حدیث کہا گیا ہے جبکہ مسلمانوں میں اسلام کے نام سے تہتر فرقے ہوگئے ہیں اور ہر فرقے کی کئی شاخیں ہوئیں۔

امت میں اختلاف واقع ہوا اور اس حقیقت کا انکار ایک ہٹ دھرم ہی کرسکتا ہے کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اختلاف امم کا ذکر کیا ہے، اس سے امت محمدیہ کو ڈرایا، نبی کریم ﷺ

نے اختلاف امت کے واقع ہونے کی خبر دے کر کتاب اللہ اور سنت کے تمسک کا حکم فرمایا جو صحابہ کرام کے ہی عقیدہ اور عمل میں ایک مسلمان کو مل سکتا ہے۔

سلف کے عقیدے کے مخالف لوگوں کے عقیدہ کا مختصر ذکر:

نبی کریم ﷺ اور سلف یعنی صحابہ وتابعین اور ائمہ کے عقیدہ کے خلاف اللہ کی ذات اور صفات کے متعلق تاویل اور تحریف کرنے والے فرقوں نے ذات باری تعالیٰ کی صفت استواء علی العرش کا انکار کیا ہے حالانکہ اللہ رب العرش نے اپنے کلام مبارک میں سات مقامات پر استویٰ علی العرش کے لفظ کے ساتھ صفت استواء کا ذکر کیا ہے:

۱: سورۃ اعراف میں ہے:

﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ﴿۵۴﴾﴾
(الاعراف: ٥٤)

''پھر عرش پر مستوی ہوا، وہ رات کے ذریعہ دن کو ڈھانک دیتا ہے، رات تیزی کے ساتھ اس کی طلب میں رہتی ہے۔''

۲: سورہ یونس میں ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾﴾ (یونس: ٣)

''بے شک تمہارا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوا اور تمام امور کی دیکھ بھال کرتا ہے، اس کی جناب میں کوئی سفارش کرنے والا نہیں، الا یہ کہ اس کی اجازت کے بعد کوئی سفارش کرے، وہی اللہ تمہارا رب ہے، پس تم اس کی عبادت کرو، کیا تم ان باتوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتے ہو۔''

۳: سورۃ الرعد میں ہے:

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ②﴾

(الرعد : ۲)

''وہ اللہ کی ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ایسے ستونوں کے جنہیں تم دیکھ سکو، اوپر اٹھایا، پھر عرش پر مستوی ہوا، اور آفتاب و ماہتاب کو ڈیوٹی کا پابند بنا دیا، دونوں ایک معین مدت کے لیے چلتے رہتے ہیں، وہی تمام معاملات کا انتظام کرتا ہے، اپنی آیتوں کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے، تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو۔''

۴: سورۃ طٰہٰ میں ہے:

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ⑤﴾ (طه : ۵)

''وہ نہایت مہربان عرش پر مستوی ہے۔''

۵: سورۃ الفرقان میں ہے:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا ۵۹﴾ (الفرقان : ۵۹)

''جس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان پائی جانے والی تمام اشیاء کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوا، پس آپ ان کی تفصیلات اس اللہ سے پوچھیے جو ہر بات کی خبر رکھتا ہے۔''

۶: سورۃ سجدہ میں ہے:

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ﴾ (سجدہ : ۴)

''وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو، اور ان دونوں کے درمیان ہر چیز کو

چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوا۔"

۷: اور سورۃ الحدید میں ہے:

﴿ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۴ ﴾ (الحدید: ٤)

"اُسی نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر مستوی ہوا، وہ ہر اُس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے، اور جو اُس سے نکلتی ہے، اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے، اور جو اس میں چڑھتا ہے، اور تم جہاں کہیں بھی ہوتے ہو، وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اسے اللہ خوب دیکھ رہا ہوتا ہے۔"

اس کے علاوہ اور بہت ساری آیات میں اللہ ربّ العزت کے عرش پر ہونے اور وہاں سے احکام واوامر کی تدبیر کرنے کا ذکر ہے۔

اسی طرح احادیث کریمہ میں اللہ رب العزت کے عرش پر ہونے اور وہاں سے رات کے آخری حصہ میں اترنے کا ذکر ہے۔ علماء نے خاص استواء علی العرش کے ثبوت میں کتابیں تالیف فرمائی ہیں، جن میں سب سے مشہور کتاب ذہبی کی "العلو للعلی الغفار" ہے اور امام دارقطنی نے "کتاب العرش" لکھی۔ اسی طرح ید (ہاتھ) وجہ (چہرہ) عین (آنکھ) ساق (پنڈلی) قدم اور اصابع (انگلیاں) وغیرہ کا ذکر ہے۔ ان سب پر بغیر کسی تشبیہ، تمثیل اور تکییف کے ایمان لانا واجب ہے اور ان صفات کے معانی کو معطل اور بے معنی نہ سمجھا جائے۔ ائمہ اسلام کا یہی عقیدہ رہا ہے۔ امام ابوحنیفہ، ابویوسف اور محمد کا عقیدہ جاننے کے لیے دیکھیں عقیدۃ طحاویہ۔

عقیدۃ طحاویۃ میں عرش کے بارے میں کہا ہے:

((وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ حَقٌّ، وَهُوَ مُسْتَغْنٍ عَنِ الْعَرْشِ وَمَادُوْنَهُ مُحِيطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ وَفَوْقَهُ.)) ❶

"عرش اور کرسی کا وجود حق ہے، اللہ تعالیٰ عرش کے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور ہر چیز کے اوپر ہے۔"

اسی طرح دوسرے اوصاف کے اثبات میں شیخ الحنفیة بزدوی ابوالیسر متوفی ۴۹۳ کہتے ہیں:

((اِثْبَاتُ الْيَدِ وَالْوَجْهِ حَقٌّ عِنْدَنَا مَعْلُوْمٌ بِأَصْلِهِ مُتَشَابِهٌ بِوَصْفِهِ، وَلَا يَجُوْزُ اِبْطَالُ الْاَصْلِ بِالْعِجْزِ عَنْ اِدْرَاكِ الْوَصْف بِالْكَيْفِ وَاِنَّمَا ضَلَّتِ الْمُعْتَزِلَةُ مِنْ هٰذا الوجه فانهم ردوا الاصول بجهلهم بالصفات فصاروا معطلة.)) ❷

"ہاتھ اور چہرے کا اثبات ہمارے نزدیک حق ہے اس کی اصل واضح ہے۔ وصف اور کیفیت غیر واضح ہے۔ معتزلہ نے کیفیت کی جہالت کی بنا پر اصل کو قبول نہ کیا، اوران صفات کی تعطیل کر کے معطلہ ہو گئے۔"

اسی طرح علامہ سرخسی حنفی (متوفی ۴۹۴) بھی کہتے ہیں:

((اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ أَثْبَتُوْا مَا هُوَ الْاَصْلُ مَعْلُوْمُ الْمَعْنٰى بِالنَّصِّ أَيْ بِالْآيَاتِ الْقَطْعِيَّةِ وَالدَّلَالَاتِ الْيَقِيْنِيَّةِ وَتَوَقَّفُوْا فِيْمَا هُوَ الْمُتَشَابِهُ وَهُوَ الْكَيْفِيَّةُ وَلَمْ يُجَوِّزُوْا الْاِشْتِغَالَ فِيْ طَلَبِ ذٰلِكَ.)) ❸

"اہل سنت والجماعۃ نے جس صفت کا معنی اور اصل واضح ہیں ان کا اثبات کیا ہے کیونکہ وہ قطعی آیات اور یقینی دلیلوں سے ثابت ہیں اور جو چیز متشابہ ہے یعنی

---

❶ عقیدہ طحاویہ، ص: ۵۶، طبعة المكتب الاسلامی۔

❷ شرح الفقه الاكبر لملا علی قاری، ص: ۹۳۔

❸ شرح الفقه الاكبر، ص: ۹۳۔

کیفیت اس کی تفصیل کے طلب کرنے سے توقف کیا ہے۔"

شیخ عبدالقادر جیلانی جن کو اکثر حنفی بھائی اپنا امام اور صوفیہ کے رؤساء میں سے سمجھتے ہیں، الغنیۃ لطالبی طریق الحق میں کہتے ہیں:

((لَا یَجُوْزُ وَصْفُهُ بِاَنَّهُ فِیْ كُلِّ مَكَانٍ بَلْ يُقَالُ إِنَّهُ فِي السَّمَآءِ عَلَى الْعَرْشِ كَمَا قَالَ: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى .))

"اللہ ربّ العزت کے بارے یہ کہنا کہ ہر جگہ ہے، جائز نہیں بلکہ یہ کہا جائے کہ وہ آسمان میں عرش پر ہے۔ جیسا کہ خود اللہ ربّ العزت نے اپنے بارے میں کہا ہے کہ رحمٰن عرش پر مستوی ہوا۔"

اس کے بعد شیخ عبدالقادر جیلانی نے مزید آیات واحادیث کا ذکر کر کے کہا ہے:

((یَنْبَغِیْ إِطْلَاقُ صِفَةِ الْاِسْتِوَاءِ عَلَى الْعَرْشِ لَا عَلٰى مَعْنَى الْقُعُوْدِ وَالْمَمَاسَةِ كَمَا قَالَتِ الْاَشْعَرِيَّةُ وَلَا عَلٰى مَعْنَى الْاِسْتِعْلَاءِ وَالْغَلَبَةِ كَمَا قَالَتِ الْمُعْتَزِلَةُ .))

"اللہ کے متعلق بغیر کسی تاویل کے صفت استواء کا اطلاق کرنا ہے اور یہ کہ یہ استواء ذات ہے بیٹھنے اور عرش کو چھو کر بیٹھنے کا معنی صحیح نہیں اور نہ ہی صرف بلندی اور رفعت شان ہی کی تاویل صحیح ہے۔ جیسا کہ اشاعرہ نے یہی معنی لے کر اور نہ ہی اس کی تاویل غالب ہونے اور قصد کرنے کے معنی میں کی جائے جیسا کہ معتزلہ کہتے ہیں۔"

پھر آپ نے فرمایا:

((وَكَوْنُهُ عَلَى الْعَرْشِ مَذْكُوْرٌ فِيْ كُلِّ كِتَابٍ أُنْزِلَ عَلٰى كُلِّ نَبِيٍّ أُرْسِلَ بِلَا كَيْفٍ فَالْاِسْتِوَاءُ مِنْ صِفَاتِ الذَّاتِ أَنَّهُ تَعَالٰى يَنْزِلُ كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى سَمَاءِ الدُّنْيَا كَيْفَ شَآءَ كَمَا شَاءَ فَيَغْفِرُ لِمَنْ أَذْنَبَ لَا بِمَعْنَى نُزُوْلِ الرَّحْمَةِ وَثَوَابِهِ كَمَا ادَّعَتْهُ الْمُعْتَزِلَةُ وَالْاَشْعَرِيَّةُ

لِلْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ فِيْ ذٰلِكَ .)) ❶

اللہ ربّ العزت کے عرش پر ہونے کا ذکر ہر نبی پر اتاری گئی کتاب میں بلا تفصیل کیف آیا ہے۔ اس لیے استواء اللہ کی ذات مبارک کی صفت ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ ہر رات پہلے آسمان پر جس کیفیت سے چاہے اتر کر گنہگاروں کو بخشتا ہے یہ اترنا ثواب اور رحمت کے اترنے کے معنی میں نہیں ہے۔ جیسا کہ معتزلہ اور اشاعرہ نے اس کی تاویل کی ہے۔ کیونکہ نزولِ الٰہی کے بارے صحیح احادیث وارد ہیں۔''

ملا علی القاری فقہ اکبر کی شرح میں کہتے ہیں:

((اِنَّ الْغَضَبَ وَالرِّضٰی اَلَّذِیْ یُوْصَفُ اللّٰهُ بِهِ مُخَالِفٌ لِمَا یُوْصَفُ بِهِ الْعَبْدُ وَإِنْ كَانَ كُلٌّ مِنْهَا حَقِيْقَةً ، فَاِنَّ صَرْفَ الْقُرْآنِ عَنْ ظَاهِرِهِ وَحَقِيْقَتِهِ بِغَيْرِ مُوْجَبٍ حَرَامٌ .)) ❷

''غصہ اور راضی ہونا جو اللہ کی صفت ہے، بندے کے غصہ اور رضامندی کے مخالف ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کیونکہ قرآنِ کریم کو اس کے ظاہری اور حقیقی معنی سے بغیر کسی دلیل کے پھیرنا حرام ہے۔''

تمام سلف صالحین اللہ کی تمام صفات کے حقیقی معنوں پر ایمان رکھتے اور اس کی کیفیت کی ٹوہ نہ کرتے اور نہ ہی اس کے متعلق سوال کرتے۔

عبداللہ بن ابی الہذیل کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا، کہ کیا آپ کو یہ علم پہنچا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے خوش ہوتا ہے جو اسے یاد کرتا ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لَا بَلْ يَضْحَكُ . '' ❸ ...... ''نہیں بلکہ اللہ ربّ العزت ہنستا ہے۔''

---

❶ الغنية لطالبي طريق الحق: ١/ ١٣٠ تا ١٣٢.

❷ شرح الفقه الاكبر: ٩٦.

❸ الابانة: ٣/١١١ باسناد صحيح.

ابوالعالیہ نے استویٰ علی العرش کی تفسیر "ارتفع علی العرش" "یعنی عرش پر بلند ہوا" سے کی ہے۔ ❶

مجاہد بن جبر المکی (متوفی ۱۰۱) نے "استویٰ علی العرش" کی تفسیر "علا علی العرش" "یعنی عرش کے اوپر ہے" سے کی ہے۔ ❷

امام زھری اور مکحول کہتے تھے کہ جن احادیث میں اللہ کی صفات کا ذکر ہے ان کو اسی طرح قبول کرو۔ ❸

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے:

((وَنُقِرُّ بِأَنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُ حَاجَةٌ وَاسْتَقَرَّ عَلَيْهِ وَهُوَ حَافِظُ الْعَرْشِ وَغَيْرِ الْعَرْشِ مِنْ غَيْرِ احْتِيَاجٍ .)) ❹

"ہم اقرار کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرش پر اس کے محتاج ہونے کے بغیر مستوی اور مستقر ہے، اور وہی عرش اور غیر عرش کا بغیر احتیاج کے محافظ بھی ہے۔"

اللہ کی صفات کی تاویل ناجائز ہے:

جو لوگ اللہ کی صفات کی تاویل کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اشعری عقیدہ کا معتقد کہتے ہیں، تو انہیں جاننا چاہیے کہ یہ عقیدہ نبی کریم ﷺ، صحابہ کرام اور تابعین عظام نیز ائمہ دین کے عقیدے کے خلاف ہے۔ اور یہ چیز بھی یقینی ہے کہ امام ابوالحسن اشعری جن کی طرف یہ عقیدہ منسوب کیا جاتا ہے وہ خود اس عقیدے سے رجوع کر کے سلف صحابہ اور تابعین وائمہ کرام کے عقیدے کے معتقد ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے جو لوگ اس عقیدے کو امام ابوالحسن کی طرف منسوب کرتے ہیں تو جان لیں کہ یہ نسبت غلط ہے اور اس عقیدہ کو دین اسلام کا عقیدہ

---

❶ تفسیر ابن ابی حاتم: ۱/۷۔ صحیح البخاری مطلقاً بصیغة الجزم: ٦ ۲٦۹۸.

❷ صحیح بخاری: ٦/ ۲٦۹۸.

❸ شرح أصول إعتقاد أهل السنة والجماعة للالكائی: ۳/ ٤۳۱

❹ ایضاح الدلیل فی حجج اهل التأویل: ۱/۷۹۔ خلاصة علم الكلام: ۱/۹.

کہنا بھی غلط ہے۔ اور اگر مان لیا جائے کہ ابوالحسن اشعری نے اس سے رجوع نہیں کیا تھا، تب بھی اس عقیدہ پر اعتقاد رکھنا باطل ہے۔

اللہ کے رسول نے اللہ کے لیے استواء علی العرش کو ثابت کیا ہے تو مذکورہ معنوں کے مطابق اس پر ایمان لانا ہے نہ کہ اس کا انکار کرنا اور نہ ہی اس کی کوئی تاویل کرنی ہے اور نہ ہی اس کی کیفیت کی ٹوہ لگانی ہے کیونکہ سلف کا یہی طریقہ رہا ہے۔ اس کے علاوہ صورت میں رسول ﷺ کی مخالفت ہوگی۔

بہت سے مسلمانوں کا شرک:

توحید الوہیت وعبادت کے باب میں بہت سے مسلمانوں کا رویہ شرک کا ہے۔ اس پہلو میں اختلاف امت کے حل کے لیے ہمیں قرآن وسنت ہی کی طرف رجوع کر کے صحیح ہدایت مل سکتی ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾﴾

(الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳)

''اے نبی ﷺ کہہ دیجیے کہ میری صلاۃ اور میرا ذبح کرنا، میری زندگی اور موت صرف اللہ رب العالمین کے لیے ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے مسلمان ہوں۔''

کتنے مسلمان ایسے ہیں جو غیر اللہ کے لیے اموات، اشجار واحجار کے لیے ذبح کرتے، نذر ونیاز چڑھا کر اپنے زعم میں ان کو خوش کر کے ان سے حاجت طلبی کرتے ہیں جو عین شرک ہے۔ ان کو سوچنا چاہیے کہ اللہ کے اس قول کے ہم مخالف ہیں یا نہیں۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے: ﴿اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ﴾ (غافر: ۶۰) ''مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا۔''

اللہ کو چھوڑ کر بہت سے مسلمان اموات کو پکارتے ہیں۔ ان کی قبروں پر نذر ونیاز چڑھا

کر ان سے حاجت طلب کرتے ہیں۔ کچھ لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ ہم ان بزرگوں کو واسطہ بنا کر ان سے طلب کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ ہمیں اللہ کے دربار میں پہنچا سکتے ہیں۔ میں یہ بات سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ بات کس دلیل سے کہی جارہی ہے کہ یہ لوگ ہمیں اللہ تک پہنچا سکتے ہیں۔ کیا اللہ کے یہاں واسطے اور طفیل کی ضرورت ہے؟ یا اللہ تعالیٰ اس کا محتاج ہے کہ کوئی شخص بندوں کی حاجت کو اس کے دربار میں پیش کرے؟ کیا بندے کی دعا کو وہ بذاتِ خود نہیں سن سکتا؟ اس مسئلہ میں لوگ اللہ ربّ العزت کو انسانوں سے تشبیہ دے کر واسطے کی ضرورت سمجھتے ہیں۔ اللہ کو کسی بھی مخلوق سے تشبیہ دینا دوسری گمراہی ہے۔

بھائیو! آپ نے آیت پڑھ لی ﴿ادْعُوْنِيْٓ﴾ ''مجھے پکارو'' ﴿اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ ''میں قبول کروں گا'' مزید فرمایا:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙفَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ١٨٦﴾

(البقرۃ: ١٨٦)

''میرے بندے جب آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو جان لیں کہ میں قریب ہوں۔ ہر پکارنے والی کی دعا کو جب وہ پکارتا ہے میں سنتا اور قبول کرتا ہوں، پس اُنہیں چاہیے کہ مجھ ہی سے قبولیت طلب کریں اور میرے اوپر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت یاب ہو جائیں۔''

اور اگر واسطہ رحمت بنا کر کسی اور کو پکارتے ہیں تو اللہ ربّ العزت کا یہ قول بھی سن لیں:

﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ڛ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ٣﴾

(الزمر: ٣)

''جان لو اللہ ہی کے لیے خالص دین ہے اور اللہ کے علاوہ جن کو یہ لوگ اپنا ولی

اُمر بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس وجہ سے کر رہے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے اللہ ان کے اختلاف کے مسائل میں فیصلہ کرتا ہے، اللہ جھوٹے اور کافر کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اس آیت کریمہ پر غور کریں اللہ جل شانہ نے دعا کی قبولیت کے لیے کسی کو اپنے درمیان واسطہ بنانے کو جھوٹ اور کفر کی بات بتائی ہے اور خود اپنے فیصلے کی طرف رجوع کرنے کو کہا ہے۔ تو اللہ کا فیصلہ واضح ہے کہ اللہ قریب ہے سب کی سنتا ہے، واسطے اور کسی کی ذات کے وسیلے کی ضرورت نہیں۔

بلکہ ایسے لوگوں میں سے بہت سے اس قسم کے لوگ بھی ہوتے ہیں جو قبروں کے سامنے ایسا خضوع وخشوع برتتے ہیں کہ اللہ کے سامنے نہیں برتتے۔ اور ان کے دلوں میں بزرگوں اور صالحین کی قبروں پر اس قدر رغبت اور خوف ہوتا ہے کہ کعبہ شریف کی دیوار کے ساتھ کھڑے ہو کر وہ رغبت اور خوف اللہ سے نہیں ہوتا۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ یہ دین خالص پر ایمان نہ لانے کے نتیجے میں ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسلمان کسی قبر اور آستانے پر مقبور ومدفون سے اگر اپنی مرادیں مانگتا ہے تو یقیناً وہ شرک اکبر کا مرتکب ہے۔ اور شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾

(النساء: ٤٨)

''اللہ شرک کو معاف نہ کرے گا اس کے علاوہ گناہوں کو جس سے چاہے معاف کر دے گا۔''

اللہ کے بندو! یہ باتیں کسی کو اپنی طرف سے کہنے کا حق نہیں یہ اللہ کا کلام ہے۔ عربی زبان کے جاننے والے علماء سے اس کا معنی پوچھ لیں۔ اگر یہی معنی ہے جو میں نے بیان کیا ہے تو آخر ہم اللہ کے سراسر حکم کے خلاف کیوں کرتے ہیں اور اس کو دین سمجھتے ہیں۔ یقیناً اللہ

کے بندو یہ دین کی بات ہرگز نہیں۔

اور ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ آج کے بعض مسلمانوں کا شرک، کفار مکہ کے شرک سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ کفار مکہ عام حالت میں غیر اللہ کی عبادت کرتے، غیر اللہ سے مدد مانگتے لیکن جب سخت مصیبت میں پھنس جاتے تو اس وقت صرف اللہ ربّ العزت ہی کو پکارتے تھے۔ اس حقیقت کو عالم الغیب نے بیان فرمایا ہے کسی فرد بشر کی خبر نہیں۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾

(العنکبوت: ٦٥)

''جب کشتی پر سوار ہوتے تو اخلاص کے ساتھ اللہ ہی کو پکارتے۔''

فتح مکہ کے موقع پر عکرمہ بن ابی جہل اسلام کا غلبہ دیکھ کر ایمان نہ لا کر یمن کی طرف بھاگے۔ کشتی پر سوار ہوئے، کشتی طوفان کی زد میں آ گئی۔ عکرمہ نے لات وعزیٰ اور دیگر بتوں کو پکارنا شروع کیا۔ کسی نے کہا کہ اس جگہ اب اللہ وحدہ کے علاوہ کسی اور کو پکارنا بے سود ہے صرف اللہ وحدہ لاشریک کو خالص کر کے پکارو۔ عکرمہ نے کہا کہ اگر سمندر میں صرف اللہ وحدہ لاشریک مالک اور بچانے والا ہے تو خشکی میں بھی صرف وہی مالک اور بچانے والا ہے۔ اگر اللہ نے عافیت سے اس طوفان سے نکال دیا تو میں جا کر اپنا ہاتھ محمد ﷺ کے ہاتھ میں ڈال کر ان سے معافی طلب کروں گا۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا کشتی سلامت رہی اور عکرمہ دربارِ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام لے آئے اور اپنی پچھلی عداوت سے رحمۃ اللعالمین ﷺ سے معافی طلب کی۔ چنانچہ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اسے معاف کر دیا۔ [1]

اور یہ بات بھی واضح رہے کہ وہ لوگ بتوں کو واسطہ رحمت وشفاعت سمجھ کر پکارتے تھے کہ وہ اللہ سے سفارش کر کے ہماری حاجات کو پورا کریں، ہم ان سے طلب کرتے ہیں وہ اللہ سے مانگ کر کے ہمیں دیں گے۔ اللہ ربّ العزت نے ان کے اس عقیدے کا ذکر سورۂ یونس

[1] مستدرك حاكم: ٣/ ٢٤١۔ الاصابة: ٢/ ٤٩٧.

میں اس طرح فرمایا ہے:

﴿ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝١٨ ﴾

(یونس : ۱۸)

''یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی پوجا کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ معبود اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ اے نبی ﷺ ان سے کہہ دیں کہ کیا تم اللہ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے وہ آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں۔ اور وہ پاک اور بالا ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔''

لیکن آج کے مسلمان کا عقیدہ تو یہ ہوتا ہے کہ ولی اور بزرگ آستانے والے ہی نفع ونقصان پہنچاتے ہیں۔ کیا یہ عقیدہ مسلمانوں میں نہیں؟ یقیناً ہے؟ میں آپ کو ایک سچا واقعہ سناتا ہوں۔

اپنے ہندوستان کے کچھ لوگ چالیس سال سے زیادہ مدت سے مکہ مکرمہ میں اقامت پذیر ہیں۔ ان کے اکثر بچے اور بچیاں مکہ ہی میں پیدا ہوئے، بڑھے پلے، لکھے پڑھے۔ لیکن ہندوستان سے جس عقیدہ پر پلے بڑھے تھے ماں باپ اب تک اسی عقیدہ کو مکہ کی زندگی میں بھی گلے سے لگائے ہوئے تھے۔ ان کی لڑکی کا ایک بیٹا تھا جس کی عمر شاید چار سال کی ہوگئی تھی وہ لڑکا صاف بولتا نہیں تھا، بولتا بھی تو باتیں سمجھ میں نہ آتیں۔ میں نے خود اس بچے کو اس حالت میں دیکھا ہے۔ میرے گھر ان لوگوں کا آنا جانا تھا۔

میری اہلیہ نے بچے کی نانی کو مشورہ دیا کہ اس بچے کو صبح صبح تھوڑا شہد اور کلونجی کا سفوف زمزم کے ساتھ دے دیا کرو ان شاء اللہ زبان صاف ہوجائے گی۔ تو نانی صاحبہ کا جواب سنیں۔ کہنے لگیں کہ یہ سب کچھ فائدہ مند نہیں ہے۔ اہلیہ نے اصرار کیا کہ کرکے تو دیکھو۔ لیکن نانی انکار ہی کررہی ہیں۔ آخر میں نانی نے کہا کہ اگلے ہفتے ہم انڈیا جارہے ہیں وہاں بمبئی

میں حاجی علی کی قبر پر شکر ڈال کر بچہ کو چٹا دیں گے، بولنے لگے گا۔

یہ قصہ عبرت کا مقام ہے، بلکہ افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ مکہ میں اتنی مدت گزار لینے اور ساٹھ سال کی عمر گزر جانے کے بعد بھی انسان اللہ کے گھر میں اس کی توحید پر ایمان نہ لا سکے، خصوصاً توحید خالص کے ملک میں رہ کر بھی عام دین خصوصاً اللہ کی معرفت سے محروم رہے تو رونے کا مقام ہے۔ اللہ کے گھر کی برکت، دعا کا مبارک مقام، زمزم کی برکت جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: "مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ." ❶

"زمزم جس نیک مقصد کے لیے پیا جائے وہ نیک مقصد اللہ تعالیٰ پورا کرے گا۔"

کلونجی کے بارے میں فرمانِ نبوی ہے:

((إِنَّ فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ.)) ❷

"کلونجی ہر مرض کے لیے شفا ہے۔"

شہد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ﴾ (النحل: ٦٩)

"اس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔"

اللہ اور رسول ﷺ کے ان اقوالِ مبارکہ پر یقین اور ان کے ساتھ عقیدت نہیں، یقین وعقیدت اُس پیر بابا کے اوپر ہے جس کے بارے میں کسی کو نہیں معلوم کیسا آدمی تھا۔ اگر نبی بھی رہا ہو تو بھی نفع ونقصان شفاء ومرض کا مالک نہیں ہوسکتا۔ یہ تو صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ ربّ العزت نے اپنے نبی کو حکم دیا:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ١٨٨﴾ (الاعراف: ١٨٨) نیز سورۃ یونس آیت ۴۹ بھی دیکھیں۔

---

❶ مسند احمد: ۳/۳۵۷۔ سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، رقم: ٣٠٦٢۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

❷ صحيح بخاری، كتاب الطب، رقم: ٥٦٨٨۔ صحيح مسلم، رقم: ١٨/ ٢٢١٥.

''اے نبی ﷺ کہہ دیں، میں خود اپنے نفس کے نفع ونقصان کا مالک نہیں البتہ جو اللہ چاہے۔ اور اگر میں غیب جانتا تو مزید خیر کرتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، میں تو ایمان والوں کے لیے بشیر ونذیر ہوں۔''

اسی طرح آج کا مسلمان مصیبتوں میں گھر جانے کے بعد اللہ کے ساتھ اخلاص کا معاملہ کرنے کی بجائے غیر اللہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ کفارِ مکہ جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھے وہ تو مصیبتوں میں مبتلا ہو جانے کے بعد تمام معبودانِ باطلہ کو بھول جاتے تھے لیکن آج کا مسلمان جس قدر مصیبتوں میں مبتلا ہوتا ہے اسی قدر اس کی رغبت، رجاء اور امید، مقبورین اور صالحین کے آستانوں سے متعلق ہوتی ہے۔

گجرات، احمد آباد میں جو حادثہ فاجعہ ہوا تھا جس میں مسلمانوں کی جان ومال کا کافی نقصان ہوا تھا، گھر سے بے گھر ہو کر آسمانوں کے تلے زندگی گزار رہے تھے۔ حکومت کے بعض ذمہ داران نے ان سے کہا آپ لوگوں کو جلد کسی امن کی جگہ پہنچا دیا جائے گا۔ تو لوگوں نے کہا کہ ہمیں بہرائچ شریف پہنچا دیں۔ بہرائچ شریف جہاں بہت بڑی درگاہ ہے۔

یہ مسلمانوں کے عقیدے ہیں جن کو اللہ کی رحمت میں پناہ نہ ملی تو کیا ان اولیاء کی رحمت میں پناہ ملے گی جو منوں مٹی کے نیچے مدفون ہیں۔ جن کے بارے میں اللہ ربّ العزت کا فرمان ہے:

﴿وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ﴾

(الفاطر: ۱۳)

''اللہ کو چھوڑ کر تم جن کو پکارتے ہو وہ معمولی چیز کے بھی مالک نہیں ہیں۔''

﴿اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَ لَا یُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِیْرٍ ﴿۱۴﴾﴾

(الفاطر: ۱۴)

''اگر ان کو پکارو تو تمہاری پکار کو نہ سنیں گے اور اگر بالفرض سن بھی لیں تو کوئی

جواب نہیں دے سکتے اور نہ تمہاری مراد پوری کر سکتے ہیں اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا انکار کردیں گے۔ حقیقت حال کی صحیح خبر ایک خبردار کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔"

محمد رسول اللہ ﷺ کے تقاضے:

کلمۂ طیبہ کے دوسرے جزء محمد رسول اللہ ﷺ کے بھی کچھ تقاضے ہیں، جنہیں پورا کیے بغیر بندہ مومن و مسلم نہیں بن سکتا۔

پہلا تقاضا:

کلمۂ طیبہ کے دوسرے جز "محمد رسول اللہ" کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان نبی کریم ﷺ کو اللہ کا رسول اور پیغمبر مانے اور یہ یقین رکھے کہ آپ آخری نبی اور رسول ہیں آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہ ہوگا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (الاحزاب : ٤٠)

"محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، البتہ آپ اللہ کے رسول اور خاتم النّبیین ہیں۔"

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ کے بیٹے قاسم اور طیب وطاہر خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے اور ماریہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ابراہیم تھے پھر کیسے یہ کہا گیا کہ آپ مردوں کے باپ نہ تھے۔ تو اس حقیقت کو جان لیں کہ رجل کا لفظ بالغ مرد پر بولا جاتا ہے اور آپ کی جتنی نرینہ اولاد تھیں سب کے سب بلوغت سے بہت پہلے بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ اس لیے آیت کریمہ کا معنی واضح ہے کہ کوئی اس عمر کو نہیں پہنچا کہ جس عمر میں اسے مرد (رجل) کہا جائے۔

نیز نزولِ آیت کے وقت سب کا انتقال ہو چکا تھا۔ اسی وجہ سے تو دشمن آپ ﷺ کو ابتر کہا کرتے تھے۔ ان کی تردید میں سورۂ کوثر نازل ہوئی:

﴿اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝١ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝٢ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ

الْاَبْتَرُ ﴿٣﴾ (الکوثر: ۱، ۲)

"یقیناً ہم نے تجھے (حوض) کوثر اور (بہت کچھ) دیا ہے۔ پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ بیشک تیرا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔"

اس لیے آیت کے نزول کے وقت کوئی لڑکا زندہ نہ تھا کہ بڑا ہو کر نبی بنایا جائے۔ اس لیے اللہ رب العزت نے فرمایا کہ وہ خاتم النّبیین ہیں۔

عبداللہ بن ابی اوفی سے کہا گیا کہ آپ نے ابراہیم ابن رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا، آپ نے جواب میں کہا کہ بچپن ہی میں ان کا انتقال ہو گیا لیکن اگر اللہ ان کو نبی کریم ﷺ کے بعد نبی بنانا چاہتا تو وہ زندہ رہتے، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ [1]

امام احمد کی روایت ہے، انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا .)) [2]

"اللہ کی رحمت ہو ابراہیم پر اگر زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے۔"

فتح الباری میں ہے کہ ابن مندہ کی روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ:

((وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ لِيَبْقٰى لِاَنَّ نَبِيَّكُمْ آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ .)) [3]

"ان کو اللہ نے اس وجہ سے زندہ نہیں رکھا کہ تمہارے نبی ﷺ آخری نبی ہیں۔"

صحابہ کا یہ قول نبی کریم ﷺ کے قول کے حکم میں ہے کیونکہ صحابہ کرام غیبی باتوں کو اپنے قیاس اور رائے سے نہیں کہہ سکتے۔ ضرور اسے نبی اکرم ﷺ سے سنا ہوگا، اگرچہ انہوں نے اپنے نبی ﷺ سے سننے کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اس وجہ سے قادیانی امت کا دعویٰ کہ مرزا غلام احمد نبی تھا، قرآن اور سنت کا انکار ہے۔ انہیں اللہ سے ڈر اور آخرت کا خوف ہے تو اس دعوے اور عقیدے سے توبہ استغفار کریں۔ انہیں قرآن وحدیث صحیح پر ایمان لانا چاہیے۔ قرآنِ کریم کو سلف صالحین کی سمجھ کی روشنی میں

---

[1] صحیح بخاری: ۱۰/۳۷.

[2] مسند أحمد: ۳/۱۳۳.

[3] فتح الباری: ۱۰/۴۷.

سمجھنا ضروری ہے۔ کسی کے پیچھے اپنے دین وایمان کو ضائع نہ کرنا چاہیے۔ قیامت کے دن ہر ایک سے خود اسی کے عمل کا حساب ہوگا۔ البتہ گمراہ کرنے والے، ان لوگوں کے گناہ کا بھی عذاب چکھیں گے جنہیں انہوں نے گمراہ کیا ہوگا۔

نبی کریم ﷺ، نبی ہونے کی حیثیت سے عام لوگوں کے لیے باپ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مسند احمد وغیرہ کی روایت ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ أُعَلِّمُكُمْ ، فَإِذَا أَتَى أَحَدُكُمُ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَدْبِرْهَا وَلَا يَسْتَطِبْ بِيَمِينِهِ .)) [1]

”میں تمہارے باپ کی طرح ہوں تمہیں سکھا رہا ہوں، جب کوئی قضائے حاجت کو جائے تو قبلہ کو آگے یا پیچھے نہ کرے اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کرے۔“

خاتم کے معنی مہر کے ہیں، یعنی اب نبوت کے اوپر مہر لگ چکی ہے دوسری کوئی نبوت اس دنیا میں نہ ہوگی۔ یا خاتِم، ت کے زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو بھی آیت کریمہ کا معنی یہ ہوا کہ آپ نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والے ہیں۔ دوسری آیت کو بھی بغور پڑھیں:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ ﴾ (المائدة : ٣)

”آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر کے اپنی نعمت کو تمہارے اوپر تمام کر دیا اور تمہارے لیے اسلام دین ہی سے راضی ہوں۔“

دوسرا تقاضا:

لا إله إلا الله محمد رسول الله کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کو اپنا امام اور پیشوا مقتدی اور مطلق اطاعت کا حقدار سمجھیں کیونکہ اللہ ربّ العزت نے ہمیں جس طرح ہمیں صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے کسی اور کی عبادت کو ہمارے لیے جائز نہیں

[1] صحيح الجامع الصغير : ٢/ ٢٨٤.

کیا، اسی طرح ہمیں صرف نبی کریم ﷺ کی اتباع ہی کے لیے پیدا کیا ہے اس لیے کسی اور کی اتباع آپ کی اتباع کے خلاف جائز نہیں۔

جس طرح اللہ کی عبادت کے طریقے سلف صالحین، صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ سے لے کر ہم تک پہنچائے اور ہم ان کے مسلک پر چلتے ہیں، اسی طرح نبی کریم ﷺ کی اتباع کے طریقے کو صحابہ کرام نے خود نبی کریم ﷺ سے لے کر ہم تک پہنچایا ہے۔ تو ہمارے ائمہ اور علماء جنہوں نے ہم تک اللہ کی عبات کے طریقے اور نبی کریم ﷺ کی اتباع واطاعت کو پہنچایا، ان کی بات کو لینا یہ ان کی اتباع نہیں ہوئی بلکہ اللہ اور رسول ہی کی اتباع اور اطاعت ہوئی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾

(الحشر : ۷)

”رسول تمہیں جو کچھ بھی دیں اسے لے لو، اور جس چیز سے منع کر دیں اس سے باز رہو۔“

آپ ہی قیامت تک تمام انس وجن کے لیے اسوہ اور لائق اقتداء ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿٢١﴾﴾ (الاحزاب : ۲۷)

”تمہارے لیے ذات رسول میں اچھی اقتداء ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ سے امید رکھتا ہو، اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہو، اور اللہ کو بہت یاد کرنے والا ہو۔“

آپ کے دین کی تمام باتیں وحی الٰہی ہیں آپ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے تھے۔ فرمانِ ربی ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿٣﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿٤﴾﴾

(النجم : ۳)

''یعنی آپ اپنی رائے اور خواہش نفس سے نہیں بولتے جو بھی بات بولتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔''

سورۂ یونس میں اللہ رب العزت فرماتا ہے:

﴿ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ‌ ۙ قَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَيۡرِ هٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡهُ‌ ؕ قُلۡ مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَهٗ مِنۡ تِلۡقَآئِ نَفۡسِىۡ‌ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰٓى اِلَىَّ‌ ۚ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۝۱۵ ﴾ (یونس: ۱۵)

''جب ان پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ ہمارے سامنے آنے کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کے علاوہ دوسرا کوئی قرآن لاؤ، یا اس کو بدل دو۔ اے پیارے رسول! آپ کہہ دیں مجھے حق ہی نہیں کہ اپنی مرضی سے اسے بدل دوں میں تو وحی کا پابند ہوں۔ بدلنے میں اللہ کی نافرمانی ہے اور اگر میں اپنے ربّ کی نافرمانی کروں تو مجھے خوف ہے کہ عذابِ الیم میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔''

تیسرا تقاضا:

محمد رسول اللہ کا تقاضا ہے کہ آپ کے تمام فیصلوں کو قبول کریں کیونکہ اللہ نے ہم سب کو آپ ہی کے تمام فیصلوں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے ورنہ ہم مومن نہ ہوں گے۔

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوۡكَ فِيۡمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ۝۶۵ ﴾

(النساء: ٦٥)

''اے نبی تمہارے ربّ کی قسم! لوگ مومن ہو ہی نہیں سکتے جب تک کہ اپنے اختلافی مسائل میں آپ ہی سے فیصلہ نہ لیں پھر آپ جو کچھ فیصلہ کر دو اس کو لینے اور قبول کرنے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ بعینہٖ اس کو قبول

کرلیں۔''

یہ حکم جس طرح آپ کی زندگی میں آپؐ کے فیصلہ کے لیے تھا اسی طرح قیامت تک کے لیے قرآن وسنت کی اتباع کے لیے ہے۔ انہیں دونوں کے ماننے پر ایمان کا دارومدار ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی مخالفت سے ڈراتا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾﴾ (النور: ٦٣)

''جو لوگ رسولِ کریم ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ وہ فتنے میں نہ پڑ جائیں یا ان کو دردناک عذاب نہ آ گھیرے۔''

اسی طرح دوسری آیت میں اللہ کا حکم ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾﴾

(النساء: ٥٩)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور ان لوگوں کی جو تمہارے اوپر اختیار والے ہیں، اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں تنازع ہو جائے تو اس کا حل صرف یہ ہے کہ اسے اللہ کی طرف اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی تمہارے لیے بہتر اور عاقبت وانجام کے اعتبار سے بھی اچھا ہے۔''

اولی الأمر سے مراد علماء اور امراء وحکام ہیں۔ اللہ ربّ العزت نے ہمیں اپنے علماء وامراء کی اطاعت، اپنی اور رسول کی اطاعت کے اندر رہ کر کرنے کا حکم دیا ہے۔ علماء دین جو اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق فتویٰ اور احکام صادر فرماتے ہیں ان کی اطاعت واجب ہے۔ اسی طرح حکام کسی بھی درجے اور کسی بھی اجتماعی ودینی پہلو کے ذمہ دار ہوں ان کی اطاعت

واجب ہے۔ شرط یہ ہے کہ ان کا حکم قرآن وحدیث سے نہ ٹکرائے۔ صحیحین کی روایت ہے:

((اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ .)) [1]

''مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے اختیار والوں کی بات سنے اور مانے خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند، جب تک کہ اسے اللہ اور رسول کی نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے اور جب اسے نافرمانی کا حکم دیا جائے تو پھر اس پر سننا اور ماننا جائز ہی نہیں چہ جائیکہ لازم ہو۔''

چوتھا تقاضا:

محمد رسول اللہ کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ایمان ویقین ہو کہ قرآن کے معانی ومفاہیم کو نبی کریم ﷺ کی تفسیر وتوضیح کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس لیے حدیث رسول قرآن کا لازمی جزء ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ۝۴۴﴾ (النحل: ٤٤)

''اس ذکر (قرآن) کو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں کے سامنے اس کی توضیح کر دیں جو ان کے لیے نازل کی گئی ہے تا کہ لوگ غور وفکر کریں۔''

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيين عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ .)) [2]

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الأحكام، رقم: ٧١٤٤ـ صحيح مسلم، كتاب الإمارة، رقم: ١٨٤٠.

[2] مسند احمد ٤: ١٢٦ـ١٢٧ـ سنن ابوداؤد، حديث رقم: ٤٦٠٧ـ سنن ترمذی، حديث رقم: ٢٦٧٨ـ سنن ابن ماجه، حديث رقم: ٤٢.

''تم میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اس کو اپنی داڑھوں کے ساتھ مضبوط کر کے پکڑ لو، اور بدعات سے بچو، کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''

اس حدیث کی تفسیر اور مفصل شرح دیکھنی ہو تو جامع العلوم والحکم میں دیکھیں۔

اب ان لوگوں کے بارے میں کیا کہا جائے جو لوگ صرف قرآنِ کریم کو دین اسلام کا قانون سمجھتے ہیں، مگر حدیث کو شرعی حیثیت نہیں دیتے۔ کیا وہ محمد رسول اللہ کا تقاضا پورا کر رہے ہیں؟ کیا وہ اللہ کے قول ''اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول'' پر عمل کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں یقیناً وہ لوگ اپنے دین و ایمان کی خیر منائیں۔

پانچواں تقاضا:

لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ کا تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ کے مبارک ساتھیوں سے ہم محبت کریں اور ان کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہم کی دعا بھی کرتے رہیں۔ صحابہ کرام نے اللہ کے رسول سے روبرو دین کو سیکھا، اس پر عمل کیا اور پورے اخلاص کے ساتھ اس دین کو لوگوں تک پہنچایا۔ اللہ نے اپنے کلام پاک میں ان کی بڑی تعریفیں فرمائی ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝﴾

(الاحزاب : ۲۳)

''ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا۔ ان میں کچھ لوگ اپنا وعدہ پورا کر کے چل بسے اور کچھ لوگ وقت آنے کے منتظر ہیں، انہوں نے اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

خصوصاً خلفائے راشدین تو ہمارے رسول کے بعد ہمارے خصوصی مقتدا ہیں۔ جیسا کہ

"علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین" "یعنی میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو پکڑلو" سے واضح ہے۔ اس کے علاوہ اگر امت میں کوئی بھی مسئلہ متفق علیہ ہے اور کسی عالم نے اس سے اختلاف نہیں کیا ہے تو تمام مسلمانوں پر اس کی اتباع اور اطاعت واجب ہے، اسی کو اجماع امت کہا جاتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۱۱۵﴾﴾

(النساء: ۱۱۵)

"جو کوئی رسول کے واسطے سے آئی ہوئی ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول سے اختلاف کرے گا اور مومنوں کی راہ کو چھوڑ کر چلے گا تو ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرف وہ پھرا جا رہا ہے اور ہم اسے جہنم میں ڈال دیں گے جو بدترین ٹھکانہ ہے۔"

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ لَا یَجْمَعُ أُمَّتِی عَلَی الضَّلَالَةِ، وَ یَدُ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ.)) [1]

"اللہ میری امت کو گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت کے اوپر ہے۔"

یہی دین کا تقاضا ہے اور اسی پر چل کر صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوئے، اور اللہ ان سے راضی ہوا۔ اسی دین خالص اور کامل و مکمل دین پر چل کر لوگ نبی کریم ﷺ کی تعلیم کے ذریعہ ہدایت یاب ہوئے اور تمام گمراہیوں، اختلافات اور سماجی آلائشوں سے پاک ہوئے۔ فرمانِ ربی ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ

[1] سنن ترمذی، کتاب الفتن، رقم: ۲۱۶۷۔ السنة لابن ابی عاصم، رقم: ۸۱.

ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲﴾ (الجمعہ: ۲)

''وہی ربّ ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا تھا اور ان کو پاک کرتا تھا اور انہیں کتاب وحکمت یعنی سنت سکھاتا تھا۔ یقیناً یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

اسی دین خالص کے ذریعہ صحابہ کرام کے ٹوٹے ہوئے دل جڑے، آپس کی دشمنیاں ختم ہوئیں، ایک دوسرے کے ساتھ شیر وشکر ہوئے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوۡا ۪ وَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ کُنۡتُمۡ اَعۡدَآءً فَاَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِکُمۡ فَاَصۡبَحۡتُمۡ بِنِعۡمَتِہٖۤ اِخۡوَانًا ۚ وَ کُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡہَا ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ ﴿۱۰۳﴾﴾ (آلِ عمران: ۱۰۳)

''اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوط تھام لو اور فرقہ بندی نہ کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی تو تم اس کی نعمت کی بدولت بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اس نے تمہیں بچالیا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمہارے لیے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاجاؤ۔''

اسی دین خالص پر اللہ راضی ہے اور اس پر عمل کرکے دنیا وآخرت کی سعادت سے ایک مسلمان سرفراز ہوسکتا ہے۔

﴿فَاِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ مِّنِّیۡ ہُدًی ۬ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ ہُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَ لَا یَشۡقٰی ﴿۱۲۳﴾ وَ مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِکۡرِیۡ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیۡشَۃً ضَنۡکًا وَّ نَحۡشُرُہٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اَعۡمٰی ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرۡتَنِیۡۤ اَعۡمٰی وَ قَدۡ کُنۡتُ بَصِیۡرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتۡکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیۡتَہَا ۚ وَ کَذٰلِکَ الۡیَوۡمَ تُنۡسٰی ﴿۱۲۶﴾﴾ (طٰہٰ: ۱۲۳، ۱۲٤)

''تمہارے پاس جب بھی میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جو میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو نہ وہ گمراہ ہوگا نہ وہ شقی وبدبخت ہوگا۔ اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تلخ اور تنگ گزرے گی اور ہم اسے روزِ قیامت اندھا کرکے اٹھائیں گے۔ وہ کہے گا کہ اے رب! مجھے تو نے کیوں اندھا بنا کر اٹھایا ہے حالانکہ میں دیکھتا بھالتا تھا۔ اللہ کہے گا: اسی طرح ہونا چاہیے تو میری آئی ہوئی آیتوں کو بھول گیا تھا تو آج تو بھی بھلا دیا جائے گا۔''

دین خالص اور مرتضٰی من اللہ کی اس مختصر تصویر وتوضیح کے بعد ہمیں اس کے نتائج کو بھی دیکھنا ہے جب عرب کی امی قوم نے اسے گلے لگایا اس پر عمل کیا تو اللہ کی خوشنودی اس کی نصرت اس کے ساتھ رہی۔ اور کچھ ہی سالوں میں اس قوم نے اللہ کی نعمت دین کو دنیا کے مختلف مما لک اور علاقوں میں پھیلا دیا۔ امن سے محروم ظلم وخوف سے سسکتی دنیا کو سکون ملا۔

اور وہ دن آیا کہ جس کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی تھی۔ صحیح بخاری میں ہے ''عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا۔ اس درمیان ایک شخص نے آکر فاقہ کی شکایت کی۔ دوسرے نے آخر غارت گری لوٹ کھسوٹ کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عدی بن حاتم تم نے حیرہ شہر دیکھا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں دیکھا ہے لیکن اس کے بارے میں لوگوں نے مجھے بتایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تمہاری زندگی رہی تو تم دیکھ لوگے کہ اکیلی ایک عورت سوار ہوکر حیرہ سے مکہ آکر کعبہ کا طواف کرے گی، اس کے دل میں اللہ کے علاوہ کسی کا خوف نہ ہوگا۔

میں نے اپنے دل میں کہا: اس وقت (قبیلہ) بنی طی کے ڈاکو کہاں چلے جائیں گے جنہوں نے ملک میں فساد کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔

عدی بن حاتم کہتے ہیں: آخر وہ زمانہ آیا، اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ایک سوار عورت حیرہ شہر سے مکہ آکر طواف کرتی تھی۔ [1]

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۰۹۰.

مسلمان جب دین خالص پر عامل تھے تو ان کے اندر اتحاد واتفاق تھا۔ اس کے نتیجے میں پوری دنیا پر غالب تھے، عزت ومحبت کی نظر سے لوگ انہیں دیکھتے تھے، دشمن کے دل میں ان کا رعب تھا، انہوں نے ہر ایک کے ساتھ عدل وانصاف کیا اور اس وقت جب مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ دینی اعتبار سے وہ غیر مسلموں کے بہت سے عقائد اور اعمال کو اختیار کیے ہوئے ہیں، جو توحید باری کے مخالف ہیں۔ نیز محمد رسول کے تقاضوں کو بہت حد تک چھوڑ رکھا ہے۔

اوّلاً اللہ نے ان کا نام مسلمان رکھا تھا۔ اب امت میں شیعی، ناصبی، خارجی جیسے نام فرقوں کی صورت میں اُبھرے اور یہ نام صرف عقیدے کے اختلاف اور قرآن وسنت کے عقیدہ جس کو صحابہ کرام نے نبی اکرم ﷺ سے لیا تھا، کے چھوڑنے سے آئے ہیں۔ اسی طرح عقیدہ کی بنا پر اشعری، معتزلی، ماتریدی جیسے فرقے پیدا ہوئے۔

واضح اور سادہ دین کا عقیدہ نہ اس میں تعطیل صفاتِ باری اور نہ تاویل ہے۔ مگر لوگوں نے اس باب میں تعطیل اور تاویل سے کام لیا اور طریقہ رسول وصحابہ کو چھوڑ کر، کچھ فرقے اور پیدا ہوئے۔ حالانکہ یہ عقیدے واضح طور پر دین خالص کے عقیدے کے خلاف ہیں۔ اور اس عقیدے کی بنا پر بہت کچھ اختلاف امت میں رہا۔ ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان پر ظلم کیا۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ ابن کثیر اپنی تاریخ کی کتاب البدایہ والنہایہ میں رقم طراز ہیں کہ ۵۹۵ھ میں حافظ عبدالغنی مقدسی کی وجہ سے دمشق میں ایک بڑا فتنہ رونما ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ مسجد اموی میں حنابلہ کے محراب میں درس دیتے تھے۔ ایک دن انہوں نے عقیدہ پر کچھ کلام کیا۔ اس پر قاضی محی الدین الزکی اور ضیاء الدین نے سلطان معظم اور امیر صارم الدین برغش سے شکایت کی تو حافظ عبدالغنی مقدسی سے مسئلہ استواء اللہ علی العرش، نزول رب اور حرف وصوت سے متعلق بات چیت کے لیے فقہاء وعلماء کی مجلس منعقد ہوئی۔ نجم حنبلی نے دوسرے فقہاء کی موافقت میں رائے دی لیکن حافظ عبدالغنی اپنے عقیدے پر ثابت رہے۔ انہوں نے سلف کے عقیدے سے

رجوع نہ کیا۔

دوسرے تمام علماء نے جمع ہو کر ان کے اوپر بہت سے الزامات عائد کیے جن کے وہ قائل نہ تھے۔ آخر میں امیر برغش نے حافظ عبدالغنی کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ سب لوگ گمراہی پر ہیں اور تم تنہا حق پر ہو۔ حافظ عبدالغنی رحمہ اللہ نے جواب دیا جی ہاں، اس وقت امیر برغش سخت غصہ ہوا اور ان کو شہر بدر کرنے کا آرڈر جاری کر دیا۔ حافظ عبدالغنی نے اس سے تین دن کی مہلت مانگی تو اس نے مہلت دے دی۔ لیکن امیر برغش نے قلعہ کے قیدیوں کو حکم دیا کہ حافظ عبدالغنی اور حنابلہ کے منبر کو توڑ دو، انہوں نے محراب توڑ دیا، حنابلہ کے محراب میں اس دن صلاۃ نہ پڑھی گئی۔ کتابوں کے صندوق اور الماریاں نکال کر پھینک دی گئیں اور سخت فتنہ رہا۔ اللہ کی پناہ۔ اس مجلس کا انعقاد دوشنبہ کے دن ۲۴ ذی الحجہ کو ہوا۔

حافظ عبدالغنی دمشق سے نکل کر بعلبک گئے پھر وہاں سے مصر پہنچے تو محدثین نے انہیں پناہ دی، ان پر دست شفقت رکھا اور ان کو عزت سے نوازا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام اللہ ربّ العزت نے بیان فرمایا کہ وہ کتاب وسنت کے ذریعہ لوگوں کا تزکیہ نفس کریں۔ پھر تزکیہ نفس کے میدان میں بھی ہزاروں فرقے پیدا ہوئے۔ سلوک اور تصوف کے نام سے بدعتی طریقہ ذکر واوراد کو رواج دیا گیا اور پھر نقشبندی، چشتی، قادری، سہروردی، رفاعی، شاذلی اور نہ معلوم کتنے انتسابات آئے۔

یقیناً یہ سب طریقے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ تزکیہ کے خلاف ایجاد کردہ طریقے ہیں جن کو بدعت کہا جائے گا اور جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں تاکید کی تھی اور فرمایا تھا کہ بدعتوں سے بچو۔

عرباض بن ساریہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ہمیں بہت ہی فصیح وبلیغ مؤثر نصیحت کی، جس سے آنکھیں بہہ پڑی اور دل کانپ اُٹھے، کسی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! لگتا ہے کہ جیسے آپ رخصت کرنے والے کی نصیحت کر رہے ہیں، تو آپ ہمیں کس چیز کی وصیت کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ"۔

"میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔" اور امیر کی بات سننے اور ماننے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تمہارے اوپر ناک کان کٹا حبشی غلام ہی کیوں نہ امیر ہو۔ کیونکہ میرے بعد جو زندہ رہے گا وہ بہت کچھ اختلاف دیکھے گا۔ تو تم ایسی حالت میں میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو دانتوں سے مضبوطی سے پکڑے رہو۔ اور خبردار ایجاد کردہ بدعت سے بچو کیونکہ (دین میں) ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ [1]

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَخْطُبُ النَّاسَ" آپ ﷺ لوگوں کو خطبہ دیتے تھے، حمد وثنا کے بعد آپ کہتے تھے "جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جس کو اللہ گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اور سب سے اچھی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے افضل قابل اتباع سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے۔ اور سب سے بری چیز بدعات ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ [2]

عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ .)) [3]

"جس کسی نے کوئی بھی ایسا کام کیا جو ہمارے کام کے مطابق نہیں تو وہ مردود وغیر مقبول ہے۔"

علماء نے اس عموم "کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" سے استدلال کیا ہے کہ تمام قسم کی بدعت گمراہی ہے۔ بدعت حسنہ کے نام کی کوئی چیز نہیں۔

علامہ شاطبی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں "کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" یہ حدیث علماء کے نزدیک عموم پر مبنی ہے، اس عموم سے قطعاً کوئی چیز مستثنیٰ نہیں اور نہ کسی حالت میں کوئی بدعت،

---

[1] سنن ابی داؤد، حدیث رقم: ٤٦٠٧۔ سنن ترمذی، حدیث رقم: ٢٦٨٦۔ سنن ابن ماجه، حدیث رقم: ٤٤٤٣۔ مسند احمد: ١٢٦/٤۔ مستدرك حاكم: ١/ ٩٥۔ السنة لإبن ابی عاصم، حدیث رقم: ٢٧، ٣٢، ٥٤، ٥٧.

[2] صحيح مسلم: ٥٢/٦ مع شرح النووی.

[3] صحيح بخاری، كتاب العلم، رقم: ٢٦٩٧.

بدعت حسنہ ہوگی۔ ❶

ان نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو بہت سے کام جو دین اور ثواب کے نام سے مسلمانوں میں رائج ہیں ان کی کوئی شرعی حیثیت نہیں بلکہ وہ حرام ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ان بدعات کو چھوڑیں اور اللہ کے رسول ﷺ کی سنتوں پر عمل کریں اور یہ حقیقت ہے کہ جہاں ایک بدعت سر اٹھائے گی وہاں ایک سنت معدوم ہو جائے گی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَا يَأْتِي عَلَى النَّاسِ عَامٌ إِلَّا أَحْدَثُوْا فِيْهِ بِدْعَةً وَأَمَاتُوْا فِيْهِ سُنَّةً حَتَّى تحى الْبِدَعُ وَتَمُوْتُ السَّنَنُ.)) ❷

"ہر سال لوگ ایک بدعت ایجاد کریں گے اور ایک سنت چھوڑ دیں گے یہاں تک کہ بدعتیں زندہ رہیں گی اور سنتیں مرجائیں گی۔"

((قال حسان بن عطية: مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِيْ دِيْنِهِمْ إِلَّا نَزَعَ اللّٰهَ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيْدُهَا عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.)) ❸

"حسان بن عطیہ کہتے ہیں: کوئی بھی قوم اپنے دین میں جب کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک سنت چھین لیتا ہے پھر قیامت تک ان پر اسے واپس نہیں لوٹاتا۔"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی جلیل فرماتے ہیں:

((إِيَّاكُمْ وَمَا يحدث الناس مِنَ الْبِدَعِ فَإِنَّ الدِّيْنَ لَا يَذْهَبُ مِنَ الْقُلُوْبِ بِمَرَّةٍ وَلٰكِنِ الشَّيْطَانُ يُحْدِثُ لَهُ بِدَعًا حَتَّى يَخْرُجَ الْإِيْمَانُ مِنْ قَلْبِهِ وَيُوْشِكُ إِنْ يَّدَعَ النَّاسُ مَا أَلْزَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَرْضٍ فِي الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ وَالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، يَتَكَلَّمُوْنَ فِيْ

❶ فتاویٰ الشاطبی، ص: ۱۸۰۔

❷ اصول البدع: ۲۸۸۔

❸ سنن دارمی، ص: ۹۸۔ اصول البدع: ۲۸۸۔

رَبِّهِمْ عَزَّوَجَلَّ فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ الزَّمَانَ فَلْيَهْرُبْ قِيلَ يَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ فَإِلَى أَيْنَ قَالَ: إِلَى أَيْنَ يَهْرُبُ بِقَلْبِهِ وَدِيْنِهِ ، لا يجالس أَحَدًا مِنْ اَهْلِ الْبِدَعِ .)) ❶

''لوگوں کی ایجاد کردہ بدعتوں سے بچو کیونکہ ایمان اچانک دلوں سے نہیں جائے گا بلکہ شیطان ان کے لیے بدعتوں کی ایجاد کرے گا یہاں تک کہ ایمان دلوں سے نکل جائے گا اور قریب ہے کہ لوگ اللہ کے فرض کردہ صلاۃ وصوم اور حلال وحرام کو چھوڑ دیں گے اپنے رب کے بارے ناشائستہ باتیں کریں گے تو جو بھی اس زمانے کو پائے تو اپنے دین ودل کو لے کر دور بھاگ جائے بدعتی کے ساتھ نہ بیٹھے۔''

اسی طرح ان نصوص شرعیہ اور اقوال سلف کی روشنی میں دیکھا جائے تو تزکیہ کے نام سے سنت رسول کے خلاف جو طریقے ایجاد کیے گئے ہیں یقیناً وہ سب طریقے بدعت میں شامل ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق تزکیہ نفس کا طریقہ یہ ہے کہ مسلمان صلاۃ وصوم اور دوسرے احکام اسلام وایمان کو برتے، ان پر عمل کرے جس طرح صحابہ کرام نے عمل کر کے شرک وکفر کے میل کچیل سے اپنے آپ کو پاک کیا تھا۔

ذکر واذکار کے سلسلے میں اللہ کی ہدایت کے مطابق کوئی خاص طریقہ سلوک وطریقت کا نہیں ہے۔ اور نہ کسی کے ساتھ منسوب ہے البتہ اذکار واوراد اللہ کے رسول ﷺ سے منقول ہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾

(آلِ عمران: ۱۹۰،۱۹۱).

❶ الحجة للاصبهانی: ۳۱۲۔ اصول البدع: ۲۸۹.

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عقلمند بندوں کی صفت بتائی کہ جو لوگ اللہ کا ذکر کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور اپنے پہلو پر لیٹ کر کرتے رہتے ہیں اور (نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق) ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

((كَانَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ .)) ❶

''آپ ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔''

سلف صالحین، صحابہ کرام انہیں اذکار واوراد سے ہر حالت میں اللہ کا ذکر کیا کرتے۔ تزکیہ نفس کا کوئی طریقہ، سوائے طریقہ رسول کے انہوں نے ایجاد نہ کیا۔

اس کے تناظر میں دیکھیں کہ تصوف کی ایجاد کی کیا حقیقت ہے، شرعی طور پر اس کی کیا سند اور دلیل ہے۔ تصوف اگر تقویٰ وطہارت و پرہیزگاری اور دنیا میں مشغول ہو کر آخرت کو بھول نہ جانا ہے تو اس کو شریعت نے زہد کا نام دیا ہے۔ اسلامی اصطلاح زہد جو ایک فطری چیز ہے اس کے برعکس تصوف ایک ایجاد کردہ مذہب ہے جس میں بہت کچھ بدعات وخرافات ہیں اس لیے نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں دیکھا جائے کہ اس طریقہ تصوف کا اسلام میں کیا مقام ہے جس کو لوگوں نے ایجاد کر رکھا ہے اور ان اوراد ووظائف کی کیا حیثیت ہے جن کو ہر صاحب طریقت اپنی طرف سے گھڑ کر لوگوں کو اس کے عمل کا حکم دیتے ہیں۔ پھر ان ذکر کے طریقوں کی کیا حیثیت ہے جو نبی کریم ﷺ کے طریقہ ذکر سے مختلف ایجاد کیے گئے ہیں۔

درحقیقت شریعت کے اندر تصوف کا کوئی مقام نہیں بلکہ ایک ایجاد کردہ طریقہ عبادت ہے۔ جو واضح طور پر شرعی نصوص کے خلاف ہیں۔

علماء حق نے واضح طور پر اس کی تصریح کی ہے کہ تصوف کا لفظ قرونِ ثلاثہ میں مشہور ہی نہ تھا بعد میں اس کی شہرت ہوئی۔ ❷

لفظ تصوف، صوف سے مشتق ہے کیونکہ عام طور پر متصوف اچھے کپڑوں کو چھوڑ کر صوف

❶ صحیح بخاری: ۱/۸۳، ۱۶۳۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض، رقم: ۸۲۶.

❷ مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱۱۔۱۶.

یعنی اونی کپڑے پہننے لگے تھے۔ ❶

لیکن عام صوفیا کا کہنا ہے کہ تصوف اور صوفیا کا لفظ صفا سے مشتق ہے، عربی زبان کے اعتبار سے یہ اشتقاق صحیح معلوم نہیں ہوتا ہے۔ لیکن ان کا کہنا ہے کہ صوفی صفائے نفس سے مشتق ہے، اسی وجہ سے ابن عربی کا کہنا ہے:

((لَا اَعْرِفُ فِیْ عَصْرِیْ هٰذَا اَحَدًا تَحَقَّقَ بِمَقَامِ الْعُبُوْدِیَّةِ مِثْلِیْ .)) ❷

''مجھے نہیں معلوم کہ اس زمانے میں مجھ جیسا کسی نے مقام عبودیت کو استعمال کیا ہے۔''

الرماح کے مولف نے شیخ احمد تیجانی سے نقل کیا ہے کہ میرے دونوں پاؤں آدم علیہ السلام سے لے کر نفخ صور تک ہر ولی کی گردن پر ہیں۔ ❸

ان کے یہ اقوال یقیناً غرور نفس اور زہد کاذب پر مبنی ہیں۔ شرعی طور پر یہ اقوال باطل ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝۳۲﴾ (النجم: ۳۲)

''اپنے آپ کو پاک نہ سمجھو، اللہ ہی جانتا ہے کون متقی ہے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۴۹﴾ (النساء: ۴۹)

''تم نے انہیں دیکھا نہیں جو اپنے آپ کو پاک بتا رہے ہیں درحقیقت اللہ جسے چاہے پاک کرے ان پر معمولی دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

---

❶ مقدمہ ابن خلدون.

❷ الیواقیت الجواهر.

❸ منقول از الهدیة الهادیه الی الطائفة التجانیه، ص: ۵۵.

اس قول کا سیّد الخلق محمد ﷺ کے قول سے موازنہ کیجیے۔ اس قول کے سنت یا بدعت ہونے کا معنی واضح ہو جائے گا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو مخاطب ہو کر کہا: اے ہم میں سے افضل اور سب سے افضل کی اولاد ہمارے سیّد (سردار) اور ہمارے سردار کے بیٹے! تو سن کر سیّد الخلق نے فرمایا: ''اپنی بات کہو اور شیطان تمہیں دھوکہ اور ہوائے نفس میں نہ ڈال دے۔ میں عبداللہ کا بیٹا محمد اور اللہ کا رسول ہوں، اللہ کی قسم! میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اللہ کے دیے ہوئے درجے سے اونچا بڑھاؤ۔''

ایک دوسری روایت میں ہے:

((لَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ .)) [1]

''شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بنائے۔''

زہد اسلام کی پیشانی کا ایک سنہرا تاج ہے لیکن اس زہد کو انہوں نے تصوف کے نام سے بدنام کر دیا۔ جنید محمد البغدادی بہت ہی اچھے صوفیا میں شمار ہوتے ہیں۔ ابن تیمیہ وغیرہ نے بھی ان کی تعریف کی ہے لیکن ان کے یہاں بھی بہت کچھ شطحات یا آزاد خیالی ہے۔ ان کے اقوال میں سے مشہور ہے، بلکہ رسالہ قشیری میں ذکر ہے:

((مَا اَخَذْنَا التَّصَوُّفَ مِنَ الْقِيْلِ وَالْقَالِ ، لٰكِنْ عَنِ الْجُوْعِ وَتَرْكِ الدُّنْيَا وَقَطْعِ الْمَأْلُوْفِ وَالْمُسْتَحْسَنَاتِ .)) [2]

''تصوف کو ہم نے زبانی خرچ سے نہیں حاصل کیا ہے، بلکہ بھوکے رہ کر اور دنیا کو اور دل پسند اشیاء کو ترک کر کے حاصل کیا ہے۔''

سلیمان الدارانی سے نقل ہے:

((اِذَا طَلَبَ الرَّجُلُ الْحَدِيْثَ اَوِ الزَّوَاجَ اَوْ سَافَرَ فِيْ طَلَبِ الْمُعَاشِ فَقَدْ رَكَنَ اِلَى الدُّنْيَا .)) [3]

---

[1] مسند احمد، حدیث، رقم: ۱۳۱۱۷۔ السنن الکبریٰ: ۲/ ۷۰۔ مسند عبد بن حمد، حدیث رقم: ۱۳۰۹۔ [2] الرسالة: ۱۰۶۔ [3] إحياء العلوم: ۱/ ۶۔

''اگر آدمی حدیث سیکھے یا شادی کرنا چاہے یا روزی کی تلاش میں سفر کرے تو وہ دنیا کی طرف مائل ہوگیا۔''

عجیب بات ہے کیا ان کو یہ آیت یاد نہ آئی:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ (الاعراف: ۳۲)

''(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے، کس نے اللہ کی زینت کو حرام کیا ہے، جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی ہے اور پاکیزہ رزق سے۔''

کہ حلال اور مباح چیز کو چھوڑنے بلکہ سنت رسول کو چھوڑنے کی ترغیب دیں۔ بلکہ حدیث کے سیکھنے کو دنیا داری بنا کر سنت کو سیکھنے سے متنفر کیا ہے، حالانکہ افضل الخلق ﷺ فرماتے ہیں:

((نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَاءً سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا ...... الخ .)) ❶

''اس شخص کو اللہ ہرا بھرا رکھے جس نے میری بات کو سن کر یاد کیا۔''

شادی کرنا فرض ہے۔ خود سیّد الزہاد افضل الخلق ﷺ نے فرمایا ہے:

((اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ .))

''نکاح میری سنت ہے، جو اس سے بے رغبت ہوگا وہ مجھ سے نہیں ہے۔''

ابو بکر شبلی سے منقول ہے، کہ ان کو کوئی اونی کپڑا یا ٹوپی یا عمامہ پسند آجاتا تو فوراً اس کو جلا دیتے اور کہتے:

((كُلُّ شَيْءٍ مَالَتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ دُوْنَ اللّٰهِ وَجَبَ اِتْلَافُهُ فَقِيْلَ لَهُ: لِمَ لَا تَتَصَدَّقُ بِهِ فَقَالَ: الخ ......)) ❷

''یعنی اللہ کے علاوہ جس چیز کی طرف نفس مائل ہو اسے منعدم کر دینا واجب ہے۔ ان سے کہا گیا کہ اس کا صدقہ کر دیتے کسی مسکین وفقیر کو دے دیتے، تو

---

❶ مسند احمد: ۱/۴۳۷۔ سنن ترمذی، حدیث رقم: ۲۶۵۷۔ سنن ابن ماجه، حدیث رقم: ۲۳۲.

❷ طبقات شعرانی: ۱/۸۹.

جواب دیا جب وہ چیز باقی رہے گی اگرچہ دوسرے کے جسم پر ہو اسے دیکھ کر نفس اس کے پیچھے پڑا رہے گا اس لیے اللہ کی طرف توجہ کی خاطر جلا کر ضائع کر دینا ہی اچھا ہے۔"

غلو، تکلف بیجا اور تصنع کی مثال دیکھئے: قشیری نے اپنے الرسالہ (ص:۸۴) میں بیان کیا ہے کہ ابراہیم الخواص کہتے تھے "کہ میں نے ہر چیز میں حلال روزی تلاش کی یہاں تک کہ سمندر کے شکار میں تلاش کیا۔ شکار کا کنٹیا لیا اس میں بال لگایا، پانی میں ڈالا تو ایک مچھلی پھنسی اس کو نکال کر زمین پر رکھا، دوسری مچھلی بھی نکالی کہ اچانک مجھے ایک نامعلوم اور غیر مرئی ہاتھ کا چانٹا پیچھے سے لگا اور آواز آئی کہ تمہیں روزی حاصل کرنے کے لیے صرف مجھے یاد کرنے والی مخلوق ہی رہ گئی کہ تم اس کو مارو۔" ابراہیم الخواص صاحب نے کہا کہ پھر سب ڈوری اور کنٹیا توڑ کر پھینک دیا۔

یہ قصہ یا تو جھوٹ ہوگا یا پھر شیطان نے اس قسم کی باتیں کہی ہوں گی۔ جاہل صوفیاء کو اس طرح کا دھوکہ دینے کے بہت سے واقعات ہیں۔

کیا یہ چانٹا اللہ کی طرف سے ہوسکتا ہے کہ اس نے مار کر یا کسی فرشتے کے ذریعہ مار کر کہا کہ میرے ذکر کرنے والوں کو قتل کرتے ہو۔ ہم سب کا رب تو خود فرماتا ہے:

﴿ أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩٦﴾ ﴾ (المائدة: ٩٦)

"تمہارے لیے احرام کی حالت میں سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال ہے خشکی کا شکار احرام کی حالت میں حرام ہے۔"

امام غزالی احیاء (۴/۳۶۰) میں حمشاد الدینوری سے نقل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تیس سال سے جنت مجھے پیش کی جارہی ہے لیکن میں نے اسے ایک نظر بھی نہ دیکھا۔

اسی احیاء (۴/۳۱۰) میں رابعہ عدویہ سے نقل ہے:

((مَا عَبَدْتُهُ خَوْفًا مِنْ نَارِهِ وَلَا حُبًّا فِي جَنَّتِهِ فَاكُوْنَ كَالْاَجِيْرِ

السُّوْءِ بَلْ عَبَدْتُه حُبًّا لَهٗ وَشَوْقًا اِلَيْهِ .))

''میں نے اللہ کی عبادت نہ اس کے جہنم سے ڈر کر اور اس کی جنت کی خواہش میں کی بلکہ اللہ کی محبت اور شوق میں اس کی عبادت کی ہے۔''

اللہ تعالیٰ تو اپنے صالح بندوں کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾﴾ (الاسراء: ٥٧)

''اللہ کے وہ بندے اپنے رب کے جناب وسیلہ نجات تلاش کر رہے ہیں اور قربت میں سبقت کر رہے ہیں اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اللہ کا عذاب قابل خوف ہے۔''

صوفیہ میں بہت سے ایسے گزرے ہیں جو جہالت کی بنا پر ایسی باتیں کہہ گئے ہیں جو کفر کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔

ابن جوزی ابوحمزہ خراسانی سے نقل کرتے ہیں۔ وہ کہتے تھے ''کچھ لوگوں کو جنت میں کاٹ دیا جائے ان سے کہا جائے گا:

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾﴾

(الحاقة: ٢٤)

''اپنے نیک اعمال کی بنا پر خوش رہو اور کھاؤ پیو۔''

اس سے اللہ نے انہیں اپنے سے دور کر کے کھانے پینے میں مشغول کر دیا اس سے بڑھ کر کوئی مکر نہیں اور نہ اس سے بڑی کوئی جائے حسرت ہے۔ [1]

دیکھئے اس مسکین صوفی نے جنت کی نعمت کو مکر اور عتاب کا نام دے دیا۔ نعوذ باللہ اس تصنع اور بے جا تکلف پر۔

[1] تلبیس ابلیس، ص: ٣٣٣.

بعض صوفیا نے جہالت کو علم اور بدعت کو سنت کی بجائے اختیار کیا ہے۔ فتوحات ابن عربی (۱/۳٦۵) میں ہے:

((اَخَذْتُمْ عِلْمَكُمْ مَيِّتًا عَنْ مَيِّتٍ وَاَخَذْنَا عِلْمَنَا عَنِ الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ .))

''تم اپنا علم مردوں سے لیتے ہو اور ہم نے اپنا علم حی لا یموت سے لیا ہے۔''

کتنا گمراہ کن دعویٰ ہے۔ وحی کا زمانہ ختم ہوگیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں کہا تھا کہ پہلے لوگ وحی کے ذریعہ پکڑے جاتے تھے اور اب وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اب لوگوں کو ان کے ظاہری اعمال سے ہی پہچانا جائے گا۔ [1]

صوفیہ کے یہاں علم حدیث کا سیکھنا عیب ہے۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ میں صوفیہ کے رباط میں اقامت پذیر تھا ان سے چھپ کر حدیث پڑھا لکھا کرتا تھا، ایک دن میری آستین پر روشنائی پڑگئی تو بعض صوفیا نے کہا اپنی شرم گاہ کو چھپالو۔ [2]

علم حدیث حقیقت میں جہد، حفظ، تکرار، رات کے جاگنے، پھر بھوکوں پیاسوں لمبے سفر، پھر لکھنے کا محتاج ہے، اور یہ کام بہت ہی شاق ہے اس وجہ انہوں نے مجاہدات اور زبانی خرچ کو اختیار کیا۔ محنت ومشقت سے دور رہ کر بلکہ دنیا سے دور رہ کر زندگی گزارنے میں عافیت سمجھی۔ امام شافعی فرماتے ہیں: اُسِّسَ التَّصَوُّفُ عَلَى الْكَسْلِ . [3]

''تصوف کی بنیادیں کاہلی اور سستی پر ہیں۔''

اس آسان طریقے سے لوگوں کو اپنے دام میں پھانسنا آسان ہوتا ہے اس لیے اسی کو اختیار کیا گیا۔ کیونکہ عام طور پر لوگ راحت پسند ہوتے ہیں اور محنت سے جی چراتے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو علم سلوک وتزکیہ کو خالص کتاب وسنت سے لینا ہے۔ جس طرح بدعت

[1] صحيح بخاری: ۳۱۵/۵، رقم: ۲٦٤١.

[2] تلبيس ابليس، ص: ۳۲۸.

[3] تلبيس ابليس، ص: ۳۲۰.

کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ دین میں پیوند لگانے کے مانند ہے، اس طرح اس مبتدع تصوف کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس کے ذریعہ تزکیہ رسول میں پیوند لگایا جارہا ہے۔ کیا کتاب وسنت کا طریقہ تزکیہ کافی نہیں کہ ہم طرق تصوف کو تزکیہ کے لیے استعمال کریں۔ علمائے کرام اس بارے میں غور فرمائیں، عوام کو دھوکے نہ دیں۔ اللہ کے ہاں سوال ہوگا اور اتباع کرنے والوں کا گناہ بھی متبوعین پر لادا جائے گا۔

چھٹا تقاضا:

لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کا تقاضا یہ ہے کہ ہر چیز میں اللہ اور رسول کا حکم تلاش کیا جائے۔ لیکن صوفیائے کرام سنت کو چھوڑ کر بہت سی بدعتوں کے مرتکب ہوئے۔ بھوکا رہنا اور رات کا مسلسل جاگنا، یہ بھی ایک بدعت ہے۔ حدیث مبارک میں ہے:

((فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَإِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَإِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا .)) [1]

”تمہارے جسم، تمہاری آنکھ، تمہاری بیوی اور تمہارے مہمانوں کا تمہارے اوپر حق ہے۔“

اللہ ربّ العزت فرماتا ہے:

﴿وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ﴾ (البقرة: ۱۹۵)

”اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔“

لیکن صوفیا کے نزدیک تصوف کے اصول دین خالص کے خلاف ہیں۔

قشیری کے الرسالہ ص: ۲۷۴ میں ہے ابوعبداللہ الرملی کہتا ہے:

((لِيَكُنْ خدنك الخَلْوَة وَطَعَامُكَ الْجُوْعَ وَحَدِيْثُكَ الْمُنَاجَاة فَإِمَّا اَنْ تَمُوْتَ وَإِمَّا اَنْ تَصِلَ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى .))

”تمہارا دوست خلوت ہو، تمہارا کھانا بھوک، تمہاری بات مناجات ہو تو یا تو تم

---

[1] صحيح بخاري، حديث نمبر: ۱۹۷۵.

اللہ تک پہنچ جاؤ یا پھر مر جاؤ۔''

طبقات کبریٰ (۸۹/۱) میں ہے کہ شبلی نمک کا سرمہ لگاتے تھے تاکہ نیند نہ آئے۔

تلبیس ابلیس (ص:۲۰۱) میں ہے: ابوطالب مکی کا کہنا ہے کہ بھوک سے دل کا خون کم ہوگا تو دل سفید ہوگا۔ دل کی سفیدی سے نور ملے گا۔ بھوک دل کی چربی کو پگھلاتی ہے اور دل کی چربی پگھلنے سے دل نرم ہوتا اور دل نرم ہونا کشف اور مکاشفہ کی کنجی ہے۔

ابن جوزی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''کہ یہ طریقہ نہ رسول ﷺ کا تھا نہ صحابہ رسول کا اور نہ متبعین رسول کا۔''

سب لوگ اگر کھانے کو نہ ملے تو بھوکے رہتے جب بھوک غالب ہوتی تو کھانا کھالیتے۔

خلوت اور تصور شیخ کی بدعت:

صوفیا کی بدعتوں میں سے یہ بھی ایک بدعت ہے جو تقاضا ''لا الہ الا للہ'' کے خلاف ہے۔ ان کا طریقہ ہے کہ خلوت تزکیہ نفس کے لیے ضروری ہے اور خلوت بھی شیخ کی اجازت سے ہو نیز خاص شیخ طریقت کا ورد خلوت میں ہو۔

تیجانی فرقے کے شیخ احمد تیجانی سے صاحب الرماح نے (۲:۱۷۷) میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ خلوت کی شروط یہ ہیں:

''جس طرح مسجد میں داخل ہوتا ہے اسی طرح خلوت میں داخل ہو کر اپنے شیخ کے واسطے سے تمام مشائخ کی ارواح سے تعاون اور مدد طلب کرتے ہوئے داخل ہو۔ اور شیخ کے تصور کو اپنی نظروں کے سامنے رکھے۔ کیونکہ وہ اس کا رفیق راہ ہے اور شیخ اپنے معنی اور روحانیت کے ساتھ مرید کے ساتھ رہتا ہے۔''

نعوذ باللہ یہ شرک نہیں تو اور کیا ہے۔ کیونکہ دل کی توجہ اور توکل، اللہ کے علاوہ کسی اور پر ہرگز نہ ہونا چاہیے۔ ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''مومن لوگوں کو صرف اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔''

اللہ ہی تمام اسرار اور چھپی چیزوں کو جاننے والا ہے۔ تمام مخلوق کے ساتھ اپنی رحمت اور حفاظت اور احاطہ علم کے ساتھ رہتا ہے۔ ''وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ'' نہ کہ شیخ، خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ۔

مزید گمراہی کے طریقے اس خلوت میں دیکھیں۔ صوفیا کا کہنا ہے کہ مرید کو خلوت میں نہ قرآن پڑھنا چاہیے اور نہ تفسیر وحدیث اور نہ سنن ورواتب ادا کرے۔ پھر کیا کرے؟ ''صرف اسی ذکر کو دہرائے جس کی اجازت مرید کو اس کے شیخ (پیر) نے دی ہے۔

ابو حامد غزالی عالم شریعت بھی تھے لیکن تعجب ہوتا ہے کہ علم شریعت کو ایک طرف رکھ تصوف کی گمراہ باتیں لوگوں کو سکھا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب احیاء علوم الدین (۱۹/۳) میں کہا ہے کہ ''مرید ایک زاویہ میں خلوت پذیر ہو کر صرف فرائض ادا کرے قرآن پڑھنے کا قصد نہ کرے اور نہ تفسیر وحدیث رسول میں تامل کرے۔''

اور (۷۲/۳) میں کہتے ہیں ''خلوت اسی وقت پورے طور پر صحیح ہوگی کہ کسی اندھیرے گھر میں بیٹھے، اگر اندھیرا گھر میسر نہ ہو، تو سر کو اپنے گریبان میں لپیٹ لے یا کسی تہبند یا لباس سے ڈھانک لے۔ پھر اسی حالت میں حق کی آواز سنے گا اور ربوبیت کے جلال کا مشاہدہ کرے گا۔''

ایک جگہ یہی غزالی اپنی کتاب الاربعین (۴۶) میں لکھتے ہیں:

((اِعْلَمْ اَنَّ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ اَفْضَلُ لِلْخَلْقِ كُلِّهِمْ إِلَّا لِلذَّاهِبِ إِلَى اللّٰهِ .))

''کہ قرآن کی تلاوت تمام لوگوں کے لیے افضل ہے۔ سوائے اس شخص کے جو اللہ کے رستے میں (یعنی سلوک) کے راستے میں چل رہا ہو۔''

تعجب ہے کہ غزالی جیسے عقلمند شخص کے بھی قدم شریعت کو چھوڑ کر طریقت کی گمراہیوں میں پھسل گئے، اور ایسے پھسلے کہ کھل کر کتاب اللہ اور شریعت رسول کی مخالفت کرنے لگے۔

اس کے علاوہ صوفیاء کے ذکر کے الفاظ اپنی طرف سے گھڑے ہوئے ہوتے ہیں اور ان الفاظ

میں کچھ الفاظ اور تعبیرات ایسی ہوتی ہیں جن کا سمجھنا عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

غرضیکہ اتباع سنت کو چھوڑ کر طریقت اور سلوک کے راستے میں بہت کچھ مخالفتیں آئیں۔ علماء دین سے ہماری گزارش ہے کہ اللہ کے دین کو خالص کرنے اور تمام آلائشوں سے پاک کرنے کی کوشش کریں۔ توحید جو دین خالص کا پہلا رکن ہے اس کو اسی طرح سمجھنے کی کوشش کریں جس طرح سلف نے سمجھا تھا اور جس طرح عہد نبوت میں دین کے تمام ارکان مکمل ہوئے تھے ان کو اسی حالت میں عوام کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی جائے۔

ساتواں تقاضا:

محمد رسول اللہ کا تقاضا ہے کہ ہر معاملے میں سنت رسول کی اتباع کو مدنظر رکھا جائے۔ اسلام کے فطری پہلو کو دیکھا جائے تو یقیناً اس باب میں بھی بہت کچھ اختلاف ہوجانے کی وجہ سے امت ہمیشہ فرقوں اور مذاہب میں منقسم رہی۔ تاریخ اسلام میں ان اختلافات مذاہب کی بنا پر بہت کچھ تلخیاں آئیں، آپس میں ٹکراؤ ہوتا رہا، ایک دوسرے کے خلاف ریشہ دوانیاں رہیں جس کی واضح مثال یہ ہے کہ اللہ کا گھر جو توحید واتحاد کا مرکز تھا، اس گھر میں مسلمانوں کے چار مصلے قائم تھے اور صدیوں قائم رہے۔ یقیناً یہ فتنہ اسلام کے روشن چہرے کا داغ تھا جس کو ایک مبارک ذات نے کئی صدیوں کے بعد ختم کیا جن کا نام تھا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ۔

چار مصلوں کا معنی یہ تھا کہ چاروں اماموں کے مقلدین ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھتے۔ کیا قبیح منظر رہا ہوگا کہ ایک ٹولی صلاۃ پڑھ رہی ہے دوسرے بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ جب وہ صلاۃ سے فارغ ہوجاتے تو دوسرے امام کے متعین امام ومقلدین صلاۃ پڑھتے پھر تیسرے، پھر چوتھے۔ اس طرح کئی صدیاں گزر گئیں۔ بلکہ کسی زمانے میں پانچواں محراب اور مصلیٰ زیدی شیعوں کا بھی تھا۔ (1)

اللہ اکبر! کیا دین اسلام کا یہ کام تھا کہ ایک اللہ، ایک رسول اور ایک کتاب ایک سنت

---

(1) دیکھیں، المسجد الحرام تاریخ واحکام، تالیف ڈاکٹر وصی اللہ۔

ایک قبلہ کے پیروا پنے ایک رسول کی صلاۃ کو متفرق ہو کر پڑھیں۔ علماء کرام کو اس سے عبرت لینی چاہیے کہ کیا ائمہ کرام نے ہمیں اسی کی تعلیم دی تھی، ہرگز نہیں وہ تو پورے طور پر سنت کے پابند تھے، ایک دوسرے کے پیچھے صلاۃ پڑھتے تھے۔ اپنی اور غیروں کی تقلید اور اس پر تعصب سے روکتے تھے۔

نصوص قرآن وسنت کا تقاضا ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف مسئلے کو لوٹاؤ، نہ کہ اختلاف کو ختم ہی نہ کرنے کی ٹھان لی جائے۔ ہمارے ائمہ پوری امت کے ائمہ ہیں۔ اللہ رب العزت نے کسی ایک امام کی تقلید کو کسی شخص پر عالم ہو یا عامی ہرگز فرض یا واجب نہیں کیا ہے۔ فرض وواجب ہوتا تو ہمارے ائمہ خود کہہ دیتے کہ کسی نہ کسی کی تقلید ضرور کرو۔ نہ کسی تقلید سے منع کرتے کیونکہ وہ دین کے امور کو ہم سے زیادہ جاننے والے تھے۔

ہمارے علماء کرام جانتے ہیں کہ ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک نے اپنی اور غیروں کی تقلید سے منع کیا ہے۔ عوام کو عوامی دروس وخطبات، خطبہ جمعہ، کلاس روم، عام مجالس میں اس امر کی طرف تنبیہ کی جائے تاکہ لوگوں کا ذوق اتباع سنت کا بنے، اور اگر ہم نے اتباع سنت کی بجائے کسی ایک کی تقلید کی تلقین کی تو یقیناً ہم شانِ رسول میں گستاخی کے مرتکب ہوں گے۔ علماء کو چاہیے کہ ائمہ کے علوم واجتہادات سے استفادہ کر کے کتاب وسنت کے موافق یا اس سے قریب اور امت کے لیے آسان مسائل کا فتویٰ دیں، چاہے وہ کسی بھی امام کے موافق ہو، کیونکہ اللہ نے ہم سب کو حق کا تابع رہنے کا حکم دیا ہے۔ ہم عوام کو بتائیں کہ عقیدہ اور عمل دونوں اعتبار سے دین خود محمد رسول اللہ ﷺ ہی کے عہد مبارک میں مکمل ہو چکا ہے۔ اور پھر وہی عقیدہ اور عمل عوام کو بتائیں اور دکھائیں۔

عرفات کے میدان میں نو ذی الحجہ، سنہ ۱۰ ہجری میں یہ آیت کریمہ نازل ہو چکی ہے۔ ہمیں اللہ کے اس اعلان کو چار و ناچار خواستہ ناخواستہ ہر حالت میں قبول کرنا ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ

لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ﴾ (المائدة: ٣)

"آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت کو تمام کر دیا اور دین اسلام ہی کو تمہارے لیے انتخاب کر کے راضی ہوں گا۔"

یقیناً مسلمانوں نے دین خالص کے بہت سے چہرے بنا رکھے ہیں جن کے درمیان دین خالص کا چہرہ چھپا چھپا لگ رہا ہے۔ اس کا رونا ایک مستشرق دشمن اسلام نے بھی رویا ہے۔ کہتا ہے کہ دین اسلام کے چہرے کو مسلمانوں نے اس طرح مسخ کر دیا ہے، اگر محمد ﷺ زندہ ہو کر اس دنیا میں آئیں تو اپنے لائے ہوئے دین کو پہچان نہ سکیں گے۔ [1]

علماء کرام کے لیے اس کا یہ قول تازیانہ عبرت ہے، اللہ ہدایت اور توفیق سے نوازے، آمین۔

ہمارے اس پیغام میں ہر مذہب کے ہمارے علماء کرام کوئی معنوی لغزش پائیں تو بتائیں تاکہ اس سے رجوع کر کے صحیح مسئلہ لے لوں اور اگر کوئی غلطی نہیں تو اسے قبول کرنے اور اس کی تصویب کی کوشش کریں۔

ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ.

وصی اللہ بن محمد عباس

مدرس ومفتی المسجد الحرام

واستاذ الحدیث جامعہ ام القریٰ

٩ رمضان المبارك وادی بشم شارع الحج

مکہ مکرمہ، سعودی عرب



[1] حاضر العالم الإسلامی لوتھرات استودارد، ترجمہ شکیب ارسلان.